بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و اعتدال

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد۔پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و اعتدال

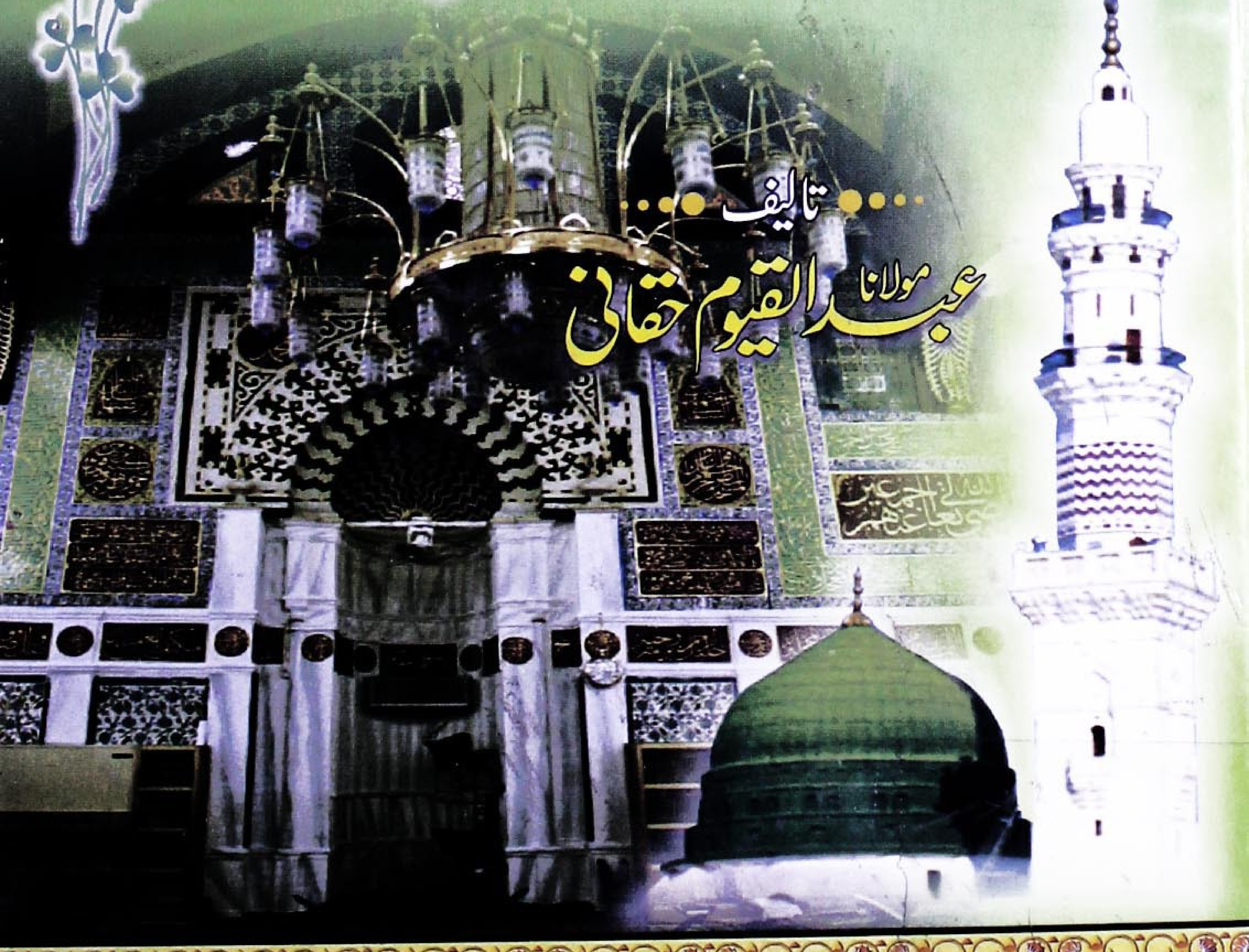

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد۔ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و اعتدال

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد ۔ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

سلسلہ ۶:

محبوبِ خدا ﷺ

کی عبادت واعتدال

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضوراقدس ﷺ کے سونے کا معمول، اقسام واحکام، تبرک بالقرآن، دعائیں، نبیؑ کے خواب کی حقیقت، اوقاتِ خواب واعتدال، مختلف احوال میں عبادت، ریاضت ومجاہدہ، قیام رمضان، صلوٰۃ اللیل، تہجد ونوافل، صلوٰۃ وتر، وظیفۂ زوجیّت، سوکراٹھنے کے معمولات، صبح کی سنتیں، اشراق، چاشت، سورج گرہن، چاندگرہن کے وقت تضرّع، انابت اور انکسار، گھر میں نوافل کا اہتمام رمضان، شعبان، نفل، ایام بیض، صومِ عاشورہ کے معمولات وفضیلت، صائم الدھر، قائم اللیل، قرأتِ قرآن، جہر، سر، ترجیع، تحسینِ صوت اور اعتدال، شمائلِ ترمذی کے (۶۸) احادیث کا سلیس ترجمہ، آسان تشریح و توضیح

القاسم اکیڈمی

جامعہ ابوہریرہ خالق آباد برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

فون وفیکس ! 0923(630237)630094

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ''القاسم اکیڈمی'' محفوظ ہیں

نام	:	محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال
تصنیف	:	عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	187 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمٰن رکن القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	شعبان ۱۴۲۶ھ/ستمبر 2005ء
تعداد بارِ اول	:	1100
قیمت	:	99 روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ

83968

ملنے کے پتے

===============

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوھریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

اے وفورِ شوق

وہ نظر آتا ہے دیکھ اے دل سوادِ کوئے دوست
گوشہ گوشہ سے جہاں کے آ رہی ہے بوئے دوست

آج آساں ہوگئی دشواریٔ منزل مجھے
کھینچ لایا مجھ کو میرا جذبۂ دل سوئے دوست

دیکھتا ہوں خواب کوئی یا ہوں اپنے جوش میں
اے خوشا قسمت! کہاں میں اور کہاں پہلوئے دوست

اے وفورِ شوق اتنی فرصتِ نظارہ دے
جذب کرلوں دیدہ و دل میں بہارِ روئے دوست

کس طرح کوئی سنبھالے دل کو بزمِ ناز میں
مست و بیخود کر رہی ہے نرگسِ جادوئے دوست

ہائے کتنی جانفزا ہے لذتِ زخمِ جگر
وائے وہ دل جو نہیں ہے کشتۂ ابروئے دوست

ذوق و شوقِ دل کا مدّت سے تقاضا ہے یہی
جان و دل میں جذب کرلوں ہر ادائے خوئے دوست

اس طرح دل میں بسالوں نکہت گلہائے حسن
پھوٹ نکلے ہر بُنِ مو سے مرے خوشبوئے دوست

عارفیؔ بس اب یہی ہے آرزوئے زندگی
کاش میرا شغل ہو ہر دم طوافِ کوئے دوست

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

Marfat.com

فہرستِ مضامین

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت واعتدال

عنوان	صفحہ
وفورِ شوق ----------------	۳
مقدمہ ----------------	۱۳
باب ماجآء فی صفة نوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
باب! حضور اقدس ﷺ کے سونے کے بیان میں	۱۹
لفظِ مضجع وکف کا بیان --------	۲۱
سونے میں آپ ﷺ کا معمول مبارک -	۲۱
دائیں کروٹ پر سونا امت کیلئے مستحب ہے	۲۱
چت لیٹنا، اُلٹا یا بائیں کروٹ پر سونے کا حکم	۲۲
سونے میں حضور اقدس ﷺ کا اختصاص	۲۲
سوتے وقت کی دُعا --------	۲۲
نبی معصوم ﷺ کا عذاب سے بچنے کی دُعا کا اہتمام	۲۳
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد	۲۳
بعث، جمع اور نشور --------	۲۴
جب بستر پر تشریف فرما ہوتے ---	۲۵
سوتے اور جاگتے وقت دُعا کے الفاظ کی تشریح	۲۶
دنیا کی ساری زندگی ایک خواب ہے	۲۷
نفث، نفخ، تفل کا فرق ------	۲۹
ظواہر کا مسلک ----------	۲۹
نفث وقرأت میں تقدیم تاخیر کی بحث	۲۹
جمہور کا مسلک --------	۳۰
سوتے وقت تبرک بالقرآن کا معمول	۳۱
خلاصۂ بحث ----------	۳۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حضورِ اقدس ﷺ سوتے تھے، مگر دل بیدار رہتا تھا	۳۲
گہری نیند کے باوجود وضو کی تجدید نہ فرمائی	۳۳
انبیاءِ کرام کی نیند ناقضِ وضو نہیں	۳۳
سونے کے وقت کی ایک دُعا	۳۴
دُعا کا معنیٰ وتشریح	۳۴
شکر وامتنان کی ترغیب وبرکات	۳۵
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح	۳۶
صبح سے قبل استراحت کی صورت	۳۷
اوقاتِ خواب اور اس کی اعتدالیت	۳۷
باب ماجاء فی عبادة رسول الله ﷺ	۳۹
باب! حضورِ اقدس ﷺ کی عبادت کے بیان میں	
عبادة کا معنیٰ وتشریح	۳۹
غرضِ انعقادِ باب	۳۹
حضورؐ کا عظمتِ مقام کے باوجود نوافل کا اہتمام	۴۰

عنوان	صفحہ
نوافل کا اہتمام	۴۲
نبی معصوم سے گناہوں کی مغفرت کا معنی	۴۳
تکلّف بمعنیٰ تحمّل کے ہے	۴۴
منشأ سوال	۴۴
حضرت علیؓ کا ارشاد مبارک	۴۵
سیاقِ حدیث کی غرض	۴۵
آیت کا شانِ نزول	۴۶
الحاصل	۴۷
بعض اشکالات کا تفصیلی جواب	۴۸
صلوٰۃ اللیل	۵۰
صلوٰۃ وتر	۵۱
وظیفۂ زوجیت	۵۱
حضرت ابنِ عباسؓ	۵۳
الوسادة	۵۴
متنِ حدیث کی تشریح	۵۵
سوکر اُٹھتے وقت قرآن پڑھنا سنت ہے	۵۵
شنّ کا معنیٰ وتشریح	۵۶
حضرت ابن عباسؓ کا حضورؐ کے پہلو میں قیام	۵۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ
گوشمالی کا ایک اور واقعہ	۵۷
اخذِ مسائل	۵۸
نوافل بالجماعۃ کا حکم	۵۹
تعدادِ وتر	۶۰
اوقاتِ وتر	۶۰
لفظِ اَوْ تقسیم کیلئے ہے یا تردید کے لئے	۶۳
استنباطِ مسائل	۶۴
آغاز میں رکعتین میں تخفیف کی حکمت	۶۵
حضرت خالدؓ کا تجسس و اشتیاق	۶۷
عقبۃ اور فسطاط کا معنیٰ	۶۸
تعدادِ رکعات و توجیہات	۶۹
تہجد میں تعدادِ رکعات	۷۰
آٹھ رکعات تراویح کا استدلال صحیح نہیں ہے	۷۲
حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے	۷۲
قیامِ رمضان سے مراد وتر تراویح ہیں	۷۳
تعدادِ رکعاتِ تراویح	۷۳
حُسنِ صلوٰۃ کے بیان سے واماندگی	۷۴
اختلافِ روایات، اختلاف اوقات پر محمول ہے	۷۵
وتر کا حکم	۷۶
مسلکِ احناف کے دلائل	۷۶
حضرت عائشہؓ سے مزید تفصیل	۷۸
صحابۂ کرامؓ کا عملی اجماع	۷۸
نو رکعات کی تفصیل	۷۹
تعیینِ لیل	۸۱
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح	۸۱
اِس روایت میں اجمال ہے	۸۱
تفصیل و تطبیق	۸۲
حضورؐ نے ایک آیت پر تمام رات گزار دی	۸۳
اخذِ مسائل	۸۴
نوافل میں تطویلِ قیام	۸۵
تین معانی کا احتمال	۸۶
اخذِ مسائل	۸۶
نوافل قاعداً اور قائماً پڑھنے کی مختلف	۸۷
صورتیں اور ان کا حکم	۸۷
نمازِ تہجد میں مختلف احوال کا بیان	۸۹
حضورِ اقدس ﷺ کا نوافل میں معمول	۹۰
سبحہ کی تحقیق	۹۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
ترتیل کا معنیٰ	۹۲
ایک رکعات میں مکمل سورت پڑھنا مستحب ہے	۹۲
سننِ مؤکدہ کی تفصیل	۹۴
تطبیق کی تین صورتیں	۹۵
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح	۹۶
صبح کی سنتوں میں قرأت کا مسئلہ	۹۶
آپ صبح کی دو سنتیں گھر میں ادا فرماتے تھے	۹۸
ظہر کے چار رکعات سنت	۹۹
دِن میں پڑھے جانے والے نوافل	۱۰۱
تحقیق وسوال کے ساتھ جذبۂ عمل بھی	۱۰۱
عمل نہ ہوسکے تو صرف علم بھی فائدے سے خالی نہیں	۱۰۱
اشراق اور چاشت کی نماز	۱۰۱
تسلیم بین الرکعتین سے مراد	۱۰۲
ایک اہم نکتہ	۱۰۳
حاصلِ باب	۱۰۳
باب صلوٰۃ الضّحیٰ باب! نمازِ چاشت کے بیان میں	۱۰۷

عنوان	صفحہ
ضحیٰ کا معنیٰ اور وقت کی تعیین	۱۰۷
صلوٰۃ الضحیٰ کی فضیلت	۱۰۸
صلوٰۃِ ضحیٰ اور تعدادِ رکعات	۱۰۹
چھ رکعات کی بات	۱۱۱
دیگر صحابہؓ سے عدم روایت کی حقیقت	۱۱۲
ایک تعارض کا حل	۱۱۲
تخفیفِ رکعات کیوں؟	۱۱۳
صلوٰۃ ضحیٰ پڑھنے کا معمول کیا تھا	۱۱۴
تعارضِ روایات سے جواب	۱۱۴
صلوٰۃ ضحیٰ میں آپ کا ایک اور معمول	۱۱۵
بحثِ اسناد	۱۱۶
صلوٰۃ الزوال کی حقیقت	۱۱۷
ایک اشکال کا جواب	۱۱۸
سوال کی حکمت	۱۱۸
چار رکعت نوافل سلامِ واحد سے	۱۱۸
تطویلِ قرأت	۱۲۰
باب صلوٰۃ التطوع فی البیت	۱۲۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
باب! نفل نماز گھر میں پڑھنے کے بیان میں	۱۲۲
گھر نوافل ادا کرنا	۱۲۳
گھر میں نوافل پڑھنے کی حکمتیں	۱۲۳
باب ماجآء فی صوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۵
باب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بیان میں	
صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۱۲۵
نفل روزوں کا معمول	۱۲۵
نفل روزوں میں فلسفہ وحکمت	۱۲۵
روایات میں تعارض کا جواب	۱۲۸
رمضان کی وجہ تسمیہ	۱۲۹
اِستنباطِ مسائل	۱۲۹
عبادات میں افراط وتفریط سے اجتناب	۱۳۰
دوامِ عمل بھی، اور شفقت علی الامت بھی	۱۳۱
عبادات میں اعتدال کا اہتمام	۱۳۱
تعارض اور تطبیق	۱۳۲
روزوں میں تسلسل کی وجہ	۱۳۳
شعبان ورمضان کے روزے	۱۳۴
مختلف روایات میں تطبیق	۱۳۴
شعبان کے روزوں کی فضیلت واہمیت	۱۳۶
ہر ماہ میں تین روزوں کا اہتمام	۱۳۷
جمعہ کے دِن کا روزہ	۱۳۸
پیر اور جمعرات کا روزہ	۱۴۰
شعبان میں نفلی روزوں کا اہتمام	۱۴۱
عرضِ اعمال کی تین مختلف صورتیں	۱۴۲
نوافل میں عدم موالاۃ کا معمول	۱۴۳
صومِ عاشورہ کی فضیلت	۱۴۵
طاقت کے مطابق عمل	۱۴۸
ادائیگی حقوق کا اہتمام	۱۴۹
عملِ قلیل ہو، مگر مداومت ہو	۱۵۰
آپ صلی اللہ علیہ وسلم صائم الدہر اور قائم اللیل تھے	۱۵۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
جب غلبۂ شوق ہو	۱۵۲	قرأت بالجہر میں اعتدال	۱۶۵
باب ماجآء فی قرأة رسول اللہ ﷺ	۱۵۳	تتمہ	۱۶۵
باب! حضور اقدس ﷺ کی قرأت کے بیان میں		**باب ماجآء فی بکاءِ رسول اللہ ﷺ**	۱۶۷
		باب! حضور اقدس ﷺ کے گریہ وزاری کے بیان	
قرأتِ رسول ﷺ کی توصیف	۱۵۴	بکاء کا معنیٰ واقسام	۱۶۷
قرأت میں وقف واتصال کا مسئلہ	۱۵۶	ازیزو مرجل کا معنیٰ	۱۶۹
قرأت جہراً ہو یا سراً	۱۵۷	کمالِ خوف کا اظہار عبدیت کاملہ کی دلیل ہے	۱۶۹
لفظِ عریش کی وضاحت	۱۵۸	دوسروں سے قرآن سننا	۱۷۱
جہراً تلاوت بھی جائز ہے	۱۵۸	استماعِ قرآن کے وقت گریہ وتضرّع	۱۷۱
قرأت میں ترجیع کا مسئلہ	۱۶۰	اخذِ مسائل	۱۷۳
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی رائے	۱۶۱	کسوف وخسوف	۱۷۵
قرأت میں تحسینِ صوت	۱۶۱	صلوٰۃ کسوف، ہر رکعات میں ایک رکوع	۱۷۵
تنبیہ	۱۶۲	نماز میں گریہ	۱۷۶
تمام انبیاء خوبصورت اور خوش آواز تھے	۱۶۳	صلوٰۃ کسوف کی دو طویل رکعتیں	۱۷۷
شاہ ولی اللہ کا قولِ فیصل	۱۶۴		

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شمس وقمر قدرت کی دو آیتیں ---	۱۷۷	نوحہ شرعاً ممنوع ہے -------	۱۸۲
کسوف وخسوف کو کسی کی موت و	۱۷۸	آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کا بوسہ لیا	۱۸۴
حیات سے کوئی تعلق نہیں -----	۱۷۸	حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ----	۱۸۵
کسوف وخسوف کا ایک اہم سبب -	۱۷۸	لم یقارف کا معنیٰ ---------	۱۸۵
تقضی اور حضن کا معنیٰ ------	۱۸۰	ایک اشکال کا جواب -------	۱۸۶
قصہ بیٹی کا نہیں، نواسی یا نواسے کا ہے	۱۸۰	ابوطلحہ کون تھے؟ ----------	۱۸۶
حضرت ام ایمنؓ ---------	۱۸۱	الحاصل --------------	۱۸۷

Marfat.com

Marfat.com

مُقدّمہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علی خاتم الرسالة

رسول کریم ﷺ کا کمال، بشریت اور عبودیت کا کمال ہے، رسول کریم ﷺ خدائے کامل نہیں بلکہ انسان کامل ہیں۔ اس برگزیدہ ہستی کا کمال، صفات کی ہمہ گیری اور عمل کی جامعیت ہے۔ جو خدا ان کو تمام عالم کے لئے ہمیشہ کے لئے اسوۂ حسنہ بنانا چاہتا تھا اس کی مشیت نے ان کو زندگی کے تمام مراحل میں سے گزارا اور ہر شعبہ حیات اور ہر مرحلے میں ان کے فکر وعمل کا انداز اس شعبے میں انسانوں کے لئے شمع ہدایت بن گیا۔ بیکسی اور یتیمی سے لیکر سلطانی تک انسانی زندگی کے تمام مراحل طے کر ڈالے۔

وہ ایک مزدور کی زندگی بھی بسر کر چکے تھے اس لئے مزدور کے حقوق وفرائض سے بخوبی آگاہ تھے۔ مزدوروں کو دنیا حقیر سمجھتی تھی لیکن سب سے پہلے اس نبی نے اعلان کیا کہ الکاسب حبیب اللہ، جائز پیشہ اور مزدوری سے روزی پیدا کرنے والا خدا کا حبیب ہے۔ خدا کا حبیب ہونے سے اونچا درجہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ ہر قسم کے مصائب اور مخالفت کے مقابلے میں اٹل صبر واستقلال، ناکامیوں میں کبھی مایوس نہ ہونا اور کامیابی میں نخوت وغرور کو

Marfat.com

نفس کے قریب بھٹکنے نہ دینا۔ دیانت داری اور حکمتِ عملی سے ایک کامیاب تاجر کے لئے مثال بننا۔

ایک معمر بیوہ سے شادی کر کے آخر دم تک محبت ووفا کی مثال پیش کرنا، کامیاب فاتح بن کر اذیت کیش سنگدل مجرموں کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف کر دینا، صلح وامن کو اپنی مساعی کی غایت بتاتے ہوئے اگر جنگ کی ضرورت پیش آ جائے تو شجاعت کی داد دیتے ہوئے بھی انسانیت کے اقدار کو نظر انداز نہ کرنا۔ ع

بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

---------------- 0 ----------------

ایک مقنن کی حیثیت سے ایسے عادلانہ قوانین پیش کرنا، جن کی مثال اس سے قبل موجود نہ تھی، زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس کی نسبت بنیادی ہدایت اس اسوۂ حسنہ میں نہ ملے سکے۔ یار واغیار کے ساتھ خوبی کا برتاؤ۔

اختلاف مسلک کے باوجود دوسری ملتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، تمام افراد واقوام کے لئے مذہب وضمیر کی آزادی، لا اکراہ فی الدین کا اعلان عام، سوا ان امور کے جن میں خود فطرت نے تفاوت پیدا کر دیا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق وفرائض میں عام مساوات، حصول علم کی فضیلت اور اس کی ترغیب، افزونی علم کی مسلسل کوشش اور دعا، ارتقائے حیات کا یہ تصور کہ جس شخص کے دو دن ایک جیسے رہے اور اس نے کسی اور پہلو میں ترقی نہیں کی۔ تو وہ گھاٹے میں رہا۔ من استوا یوماہ فھو مغبون۔ روحانیت، حکمت اور اخلاق کی اچھی باتیں ان سے پہلے بھی انبیاء، اولیاء، صلحاء، حکماء کہتے چلے آئے تھے لیکن ایمان اور حکمت وعمل کی یہ جامعیت کہیں نہیں ملتی۔

Marfat.com

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

0

نبوت ایسے ہی شخص پر ختم ہو سکتی تھی، جس کی زندگی کسی پہلو میں تشنہ نظر نہ آئے، جو مزدور و کسان کے لئے بھی نمونہ ہو اور حکیم کے لئے بھی، جو پیکارِ حیات اور اضدادِ افکار وجذبات میں صلح جوئی اور وحدت آفرین کے ڈھب صرف نظری طور پر نہ بتائے بلکہ نصب العین کو عملی جامہ پہنا کر افراد و اقوام کے لئے بلند ترین نمونہ پیش کرے۔

اس جامعیت کا انسان نہ تاریخ عالم نے بعثتِ محمدیؐ سے پہلے پیش کیا اور نہ آئندہ اس کا امکان ہے۔ محض افکار عالیہ کے مقابلے میں زندہ عملی مثال کہیں زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ انسانوں کے اخلاق اچھے نمونوں سے متاثر ہو کر عمدہ سانچوں میں ڈھلتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اچھے نمونے محمد رسول اللہ ہی کی زندگی میں مل سکتے ہیں ایسے ہی انسان کو انسانِ کامل کہہ سکتے ہیں جس کا کمال ہر شعبۂ زندگی میں نظر افروز اور ہمت افزا ہو اور جس کی جامعیت سے انسانیت کا کوئی شعبہ خارج نہ ہو۔

0

حنین و طائف کے معرکہ کے بعد حضورؐ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو مؤلفۃ القلوب کی قرآنی مد کے تحت نو مسلم رؤسائے مکّہ کو اس میں بہت سا حصہ دیا تا کہ ان کے دل مزید نرم ہوں اور وہ احسان کے رشتے سے اسلامی ریاست کے ساتھ مربوط تر ہو جائیں انصار میں کچھ لوگوں نے عجیب سے احساسات کی رو کا صلہ دوڑا دی، کہا گیا کہ :

"رسول اللہؐ نے قریش کو خوب انعامات دیئے اور ہمیں محروم رکھا، حالانکہ ہماری

Marfat.com

تلواروں سے اب تک خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔

''مشکلات میں ہم یاد آتے ہیں اور حاصل غنیمت دوسرے لوگ لے جاتے ہیں''

یہ چرچے حضورؐ کے کانوں تک بھی پہنچے۔ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا اور اس میں انصار کا اجتماع بلایا گیا، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسی اور ایسی باتیں کہی ہیں؟ جواب ملا کہ ''آپؐ نے جو سنا وہ صحیح ہے مگر یہ باتیں ہم میں سے ذمہ دار لوگوں نے نہیں کہیں، کچھ نوجوانوں نے ایسے فقرے کہے ہیں۔

واقعہ کی تحقیق کے بعد آپؐ نے یہ تقریر کی۔''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت دی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم کو متحد اور متفق کیا؟ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم کو آسودہ حال کیا؟۔

(ہر سوال پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بلاشبہ اللہ اور رسولؐ کا بہت بڑا احسان ہم پر ہے۔۔ نہیں تم یہ جواب دو کہ

اے محمدؐ! تم کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی، تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی۔تم جواب میں یہ کہتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔لیکن اے گروہ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔(بخاری جلد دوم ص ۶۲۰)

مجھ حقیر وفقیر طالب علم پر بھی اللہ کریم نے اپنا خاص فضل وکرم یہ فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے شمائل وخصائل کی شرح وتوضیح، اور اشاعت وطباعت اور شب وروز کا اہم واقدم مشغلہ انفاسِ نبوی کی صحبت ومجالست اور بھرپور استفادہ وافادہ کی

Marfat.com

دولت سے سرفراز فرمایا۔

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبین ہو کر

اور اب تو دل کی یہ تمنا ہے اور فقط یہی تمنا

دنیا کی ہر اک چیز نگاہوں سے چھپا دے
یا ربّ رخِ پُرنور کی تصویر دکھا کر

0

''محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال'' شرح شمائل ترمذی کے سلسلہ کی چھٹی جلد ہے جس میں حضور اقدس ﷺ کے سونے کا معمول، اقسام واحکام، تبرک بالقرآن، دعائیں، نبیؐ کے خواب کی حقیقت، اوقاتِ خواب واعتدال، مختلف احوال میں عبادت، ریاضت ومجاہدہ، قیام رمضان، صلوٰۃ اللیل، تہجد ونوافل، صلوٰۃ وتر، وظیفۂ زوجیّت، سوکر اٹھنے کے معمولات، صبح کی سنتیں، اشراق، چاشت، سورج گرہن، چاند گرہن کے وقت تضرّع ،انابت اور انکسار، گھر میں نوافل کا اہتمام رمضان، شعبان، نفل، ایام بیض، صومِ عاشورہ کے معمولات وفضیلت، صائم الدھر، قائم اللیل، قرأتِ قرآن، جہر، سر، ترجیع، تحسینِ صوت، شمائلِ ترمذی کے (۶۸) احادیث کا سلیس ترجمہ، آسان تشریح و توضیح۔

0

ایک دن میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تفسیر کا مطالعہ کر رہا تھا کہ میری نظر تفسیر کے ایک ابتدائی صفحہ پر پڑی، لکھا تھا:

حضرت شاہ صاحب (شاہ رفیع الدین) کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور انفع

Marfat.com

التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہلِ علم و دیانت میں کوئی اس کا منکر ہو۔ ہاں احقر نے جو اس کی خدمت اور ترمیم کی ہے اس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے۔ اس لئے اہلِ علم وانصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ فرما کر جو امور قابلِ اصلاح ہوں ان سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامّل نہ فرمائیں۔

اور اگر کوئی صاحب استقلال ترمیم فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دینے میں سعی فرمائیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہلِ علم اور عوام دونوں کو مفید ہے ایک تھوڑے سے بہانہ سے نظروں سے نہ گر جائے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ رہ جائیں اور ایک صدقہ جاریہ میں خلل اور نقصان نہ آجائے۔ جس طرح ہو اور جو کوئی اس کی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ کرے"۔

جو خواہش مولانا محمود حسن صاحب کی تفسیر کے بارے میں تھی۔ ویسی ہی خواہش میری اس شرح کے بارے میں ہے۔ وہ عالم سہی، میں طالب علم سہی، وہ برگزیدہ سہی، میں گنہ گار سہی اس کے باوجود خواہش میری بھی وہی ہے کہ اس کام کو بھی بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ لہذا اس نیکی میں آپ کو بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔ میری اصلاح سمیت ترویج واشاعت کے مشن کو لے کر آگے بڑھنا ہوگا۔

عبدالقیوم حقانی

۲۰ شعبان ۱۴۲۶ھ/۲۴ ستمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ صِفَةِ نَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے بیان میں

اس میں ایسی احادیث درج کی گئی ہیں، جن میں آپؐ کے نوم مبارک کا بیان ہے نوم کا معنٰی سونا اُونگھنا اور مرنا کیا گیا ہے، نوم کی تعریف یوں کی گئی ہے، هو غشية ثقيلة تهجم على القلب فتقطعه عن المعرفة بالاشياء . (مواہب ص ۱۹۵) (یہ ایک بھاری ثقیل قسم کا پردہ جو اچانک دل پر پڑ جاتا ہے تو اس کو چیزوں کی پہچان سے روک دیتا ہے) بعض نے نوم کی تعریف یوں کی ہے ، والنوم حالة طبيعية تتعطل معها القوىٰ تسير في البخار الى اللماغ (مناوی ج ۲ ص ۴۷) (یہ ایک طبعی حالت ہے جس کی وجہ سے قوئ انسانیہ معطل ہو جاتی ہیں اور بخارات کے ذریعہ دماغ تک سرایت کر جاتی ہے) حضور اقدسؐ کے سونے کا طریقہ‘ سوتے وقت اُدعیہ، اسی طرح سو کر اٹھنے کے وقت دعائیں اور معمولات کیا تھے؟ نیز آپؐ کا خراٹے بھرنا کس نوعیت کا تھا، صبح کو نیند سے اٹھے اور وضو کیے بغیر نماز پڑھی۔ یہ آپؐ ہی کی خصوصیت تھی۔ نیند کے آداب میں یہ بھی ہے کہ وضو کر کے سویا جائے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے ، اذا اخذت مضجعک فتوضأ وضوءک للصلوٰة (اتحافات ص ۳۰۶) (جب تو سونا چاہے تو پھر نماز جیسا وضو کر لیا کریں) اور نیند سے اُٹھتے وقت آپؐ کے معمولات‘ اسی طرح کھانے پینے‘ بول و براز‘ لباس وغیرہ میں آپؐ کے معمولات

Marfat.com

سنن زوائد ہیں۔ فانها طريقة مسلوكة و مسنونة على وجه العادة لا العبادة (حاشیہ نور الانوار ص ۱۴۷) (یہ امور رائج اور مسنون بطریق عادت کے ہیں نہ کہ عبادت) اس باب میں مصنفؒ نے چھ (٦) احادیث درج کی ہیں۔

(۲۴۵/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ اَنْبَاَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَ قَالَ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَنْبَاَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهٗ وَ قَالَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ .

ترجمہ : امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر عبدالرحمٰن بن مہدی نے دی، اُن کو یہ روایت اسرائیل نے ابی اسحٰق کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ حدیث عبداللہ بن یزید سے روایت کی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت براء بن عازب سے روایت کیا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جس وقت آرام فرماتے، اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے، رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ. اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔

(دوسری سند) امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ حدیث محمد بن مثنیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر عبدالرحمٰن نے اسرائیل کے واسطہ سے دی۔ انہوں نے یہ روایت ابی اسحٰق سے ابی عبیدہ کے واسطہ سے روایت کی اور انہوں نے یہ روایت عبداللہ سے پہلی روایت کی مثل نقل کی۔

البتہ اس روایت میں دُعا کے الفاظ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ کے بجائے يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ آیا ہے۔ حدیث کے باقی الفاظ پہلی روایت جیسے ہی ہیں ۔

Marfat.com

راوی حدیث (۵۱۷) عبداللہ بن یزیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ مضجع وکف کا بیان :

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعہ الخ ، مضجع ' اضطجاع سے ہے، موضع الضجوع و جمعہ مضاجع (مناوی ج۲ص ۷۳) یعنی سونے کی جگہ 'بسترہ' چارپائی' پلنگ وغیرہ، فالمعنٰی اذا اراد النوم فی مضجعہ (جمع ج۲ص ۷۳) (جب آپ ؐ بستر پر سونے کا ارادہ فرماتے) وضع کفہ الیمنی ......الخ ' کف : انگلیوں سمیت ہتھیلی کو کہتے ہیں، کف کا معنی ہے روکنا، منع کرنا، چونکہ یہ بدن سے مضرتوں کو روکتی ہے۔ اس لئے اسے کف کہتے ہیں۔ الکف الراحۃ مع الاصابع سمیت بہ لانھا تکف الاذٰی عن البدن (مناوی ج۲ص ۷۳)

سونے میں آپ ؐ کا معمول مبارک :

تحت خدہ الایمن ' دائیں رخسار کے نیچے ہتھیلی مبارک کو رکھ لیتے تھے رو بہ قبلہ ہو کر' یہ اقویٰ بھی ہے اور اس میں تیامن بھی ہے اور یہی اولیٰ بھی ہے۔ گویا دائیں کروٹ پر لیٹنا اور دائیں رخسار کے نیچے ہتھیلی مبارک رکھنا سونے میں آپ ؐ کا معمول اور عادت مبارک تھی، ویسے بھی ہر پاکیزہ کام میں تیامن آپ ؐ کا معمول تھا ،فی طھورہ و ترجّلہ و تنعلہ۔ (یعنی وضو کرنے کنگھی دینے اور جوتے پہننے میں) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ، انما کان یختار الایمن لانہ کان یحب التیامن فی شأنہ کلہ ولتعلیم امتہ (جمع ج۲ص ۷۴) (سونے میں دائیں پہلو کو اس لئے پسند فرماتے کہ آپ ؐ ہر (پسندیدہ امور) میں تیامن کو پسند فرمایا کرتے اور امت کی تعلیم کے لئے بھی)

دائیں کروٹ پر سونا امت کے لئے مستحب ہے :

حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دائیں پہلو پر سونا اور داہنی ہتھیلی کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنا امت کے لئے مستحب ہے، وھذا دلیل علی استحباب النوم علی الشق

Marfat.com

الایمن (اتحافات ص ۳۰) (اور یہی دائیں کروٹ پر سونے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے)

چت لیٹنا، اُلٹا یا بائیں کروٹ پر سونے کا حکم :

اُمت کے لئے چت لیٹنا' بائیں پہلو پر لیٹنا یا اُلٹا لیٹنا مکروہ ہے۔ جیسے شیخ احمد عبدالجوادؒ فرماتے ہیں و قد کرہ العلماء النوم علی الظھر والبطن و علی الجانب الایسر (اتحافات ص ۳۰۶) لکن النوم علی الظھر اردأ النوم واردأ منه النوم منبطحا علی الوجه و قد روی ابن ماجة انه صلی اللّٰه علیه وسلم لما مر بمن ھو کذالک فی المسجد ضربه برجله و قال قم اواقعد فانھا نومة جھنمیة (جمع ج ۲ ص ۴۷) (ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں لیکن چت لیٹ کر سونا ردی اور نکما سونا ہے اور اس سے زیادہ خراب اور ردی الٹا لیٹ کر سونا ہے اور ابن ماجہ نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ جب حضور ﷺ ایسے ہی لیٹے ہوئے شخص پر مسجد میں گزرے تو اسے پاؤں سے ٹھوکر دیتے ہوئے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا کہ بیٹھ جاؤ یہ جہنمی سونا ہے)۔ ملا علی قاریؒ اس کے کراہت کی ایک اور وجہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ولعل السبب فیه انه موافق للرقاد اللوطیة المحرکة للناظر داعیة الشھوة النفسیة الشومیة (جمع ج ۲ ص ۴۷) (شاید اس کا سبب یہ بھی ہے کہ اس قسم کا سونا لوطی شخص کے سونے کے مشابہ ہے جو کسی دیکھنے والے کی قوت شہوانیہ کو اس فعل بد پر محرک ہوگا)

سونے میں حضور اقدس ﷺ کا اختصاص :

دائیں کروٹ پر لیٹنا اور اس کا استحباب امت کے لئے ہے اور آپؐ کا یہ معمول بھی تعلیم امت کے لئے ہے، ورنہ آپؐ دائیں کروٹ سوئیں یا بائیں کچھ فرق نہیں، کیونکہ آپؐ کا قلب مبارک تو سوتا ہی نہیں تھا۔ جیسے علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ ثم نوم المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم علی الایمن انما ھو تشریع و تعلیم لامته لانه لاینام قلبه فلا فرق فی حقه بین الشق الایمن والایسر۔ (مناوی ج ۲ ص ۴۷)

سوتے وقت کی دعا :

رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک : یہاں قنی بمعنی احفظنی کے ہے

83968

Marfat.com

یوم تبعث سے مراد یہ ہے کہ جس روز پروردگار اپنے بندوں کو حشر ونشر کے لئے اٹھائے گا، اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ نیند موت کا بھائی اور بیداری بمنزلہ بعث بعد الموت کے ہے۔ اس لئے بیداری کے بعد کی دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا (ساری تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندہ فرمایا) کے الفاظ سے منقول ہے ۔ اس دعا کے بعض الفاظ میں قدرے اختلاف ہے۔ حصن حصین میں رب ّ کے بجائے اللّٰھم منقول ہوا ہے۔ غرض بہرحال یہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ آخری سونا ہو اور اس میں موت واقع ہوجائے تو آخری کلمات اللہ کا ذکر، دعا، اور آخرت میں کامیابی ونجات کی دعا ہو، حصن حصین میں یہ بھی منقول ہے کہ یہ کلمات آپ ؐ تین مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

نبی معصومؐ کا عذاب سے بچنے کی دعا کا اہتمام :

دوسری بات یہ ہے کہ آپؐ تو معصوم ہیں اور آپؐ پر عذاب کا تصور ہی گناہ ہے ، پھر آپؐ عذاب سے بچنے کی دعا کیوں کر رہے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، **و ذکر ذلک مع عصمته و علو مرتبته تواضعاً للّٰه واجلالا له و تعلیماً لامته** (جمع ج۲ ص۷۴) (اور آپؐ نے باوجود معصوم اور عالی شان مرتبہ والا ہونے کے یہ دعا اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت ,اور اپنی تواضع اور امت کی تعلیم کے لئے ارشاد فرمائی)

بعض علماء نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ قیامت کا منظر اور بعث بعد الموت ایک ہیبت ناک منظر ہوگا۔ ذی ہیبت چیز کی ہیبت تو ہر وقت رہتی ہے، پھر حضراتِ انبیاء کو ہر وقت اس کا استحضار بھی رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا مشاہدہ بھی رہتا ہے، وجدانی طور پر باوجود معصوم ہونے کے بھی وہ بارگاہِ قدس میں اپنے کو کمال عبدیت کے پیش نظر قصوروار سمجھتے تھے۔ اس لئے اس دعا کا اہتمام کرتے تھے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد :

حصن حصین میں ہے کہ آپؐ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ دوسری حدیث میں

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ عام معمول تھا، جس کو متعدد حضرات نے سنا۔ حضور ﷺ کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا تو اظہارِ عبدیت کے لئے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضیٰ مولیٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لئے۔ اس حدیث سے حضور اقدس ﷺ کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور اکرم ﷺ کا دائمی معمول تھا۔ اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے، اسلئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی، بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے۔ اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے، لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے، جس کی طرف ان کا ذہن نہیں گیا۔ وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کرے گا، دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے۔ اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے۔ اس لئے بائیں کروٹ سونے میں اگر طبی مصلحت ہے تو ایک طبی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے۔ اس لئے طبی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے۔ اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی دنیوی بہت سے فوائد موت کو یاد کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ اس لذتوں کے ختم کردینے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھولے جو بہر حال آنے والی ہے، نہ معلوم کب آجائے۔ (خصائل: ص ۲۰۸ و ۲۰۹)

بعث، جمع اور نشور :

مثل ھو قال یوم تجمع عبادک : مثلہ سے مراد لفظ و معنیً دونوں مراد ہیں اور اس دوسری روایت میں تبعث کی جگہ تجمع کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث میں

Marfat.com

بعث اور دوسری میں لفظ جمع مذکور ہے۔ دونوں حدیثوں میں ایک ایک لفظ پر اکتفا کیا گیا ہے
۔ لانہ یکون البعث ثم الجمع ثم النشور (مواہب:۱۹۶) (اس لئے کہ پہلے اٹھنا پھر اکٹھا ہونا پھر پھیل جانا)

(۲۴۶/۲) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ نَوْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيٰى وَ اِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ ان کو سفیان نے عبدالملک بن عمیر کے واسطہ سے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت ربعی بن حراش سے اور انہوں نے اسے صحابی رسول حضرت حذیفہؓ سے روایت کی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيَا پڑھتے تھے یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سو کر اُٹھوں گا)

راوی حدیث (۵۱۸) ربعی بن حراشؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب بستر پر تشریف فرما ہوتے :

اذا اوٰی الی فراشه ' بستر پر آرام کرنے کے لئے بیٹھنے یا سونے کے معنیٰ میں آتا ہے ای دخل بقصد النوم (اتحافات ص ۳۰۷) لغوی معنیٰ متوجہ ہونا ہے۔ لازم بھی آتا ہے اور متعدی بھی۔ قصر کے ساتھ بھی آتا ہے اور مد کے ساتھ، والافصح فی اللازم القصر وفی المتعدی المد ای وصل الٰی فراشه (مواہب ص ۱۹۶) (اور زیادہ فصیح باب لازم میں قصر ہے اور متعدی باب میں مدّ کے ساتھ، معنیٰ یہ ہوگا کہ جب آپ بستر پر تشریف فرما ہو جاتے)

Marfat.com

سوتے اور جاگتے وقت دعا کے الفاظ کی تشریح :

قال .... تو یہ دعا پڑھتے، دعا پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہوسکتا ہے یہ آخری مہلت ہے کہ النوم اخو الموت، اور النوم هو الموت الاصغر (کہ نیند موت کا بھائی ---نیند چھوٹی موت ہے) تو خاتمہ دعا و ذکر اللہ پر ہو۔ وحكمة الدعا عند النوم احتمال ان يكون هذا آخر عمر الشخص فيقع ذكر الله خاتمة امره و عمله (مواہب ص ١٩٦) (اور سونے کے وقت دعا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اس شخص کی عمر کے آخری لمحات ہوں تو چاہیے کہ اس کا آخری عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو)

اللهم باسمك اموت و احيىٰ: بعض حضرات موت وحیات سے حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہیں، مگر یہ تکلف ہے، واضح معنیٰ مجازی ہے کہ موت سے مراد نیند اور حیاۃ سے مراد بیداری ہے، وهذا اولىٰ و اظهر (اور یہی معنیٰ زیادہ ظاہر اور بہتر ہیں) جیسا کہ دعا کے جزء کا یہی مدلول ہے' ملا علی قاریؒ نے موت کے کئی معانی نقل کئے ہیں۔ (١) سکون ٹھہرنا (٢) جہالت (٣) احوال شاقہ وغیرہ' ...... و قيل الموت فى كلام العرب يطلق على السكون يقال ماتت الريح اذا سكنت ...... وقد يستعمل فى زوال القوة العاقلة وهى الجهالة لقوله تعالىٰ او من كان ميتا فاحييناه و قوله تعالىٰ فانك لاتسمع الموتى و منه حديث مثل الذى يذكر ربه والذى لايذكر مثل الحى والميت و قد يستعار الموت للاحوال الشاقة كالفقر والذل والسوال والهرم والمعصية وغير ذلك (جمع ج ٢ ص ٧٥) (اور بعض کہتے ہیں کہ موت کا اطلاق سکون (ٹھہرنے) پر ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ ماتت الريح جب ہوا ساکن اور ٹھہر جاتی ہے اور موت کا اطلاق کبھی قوتِ عاقلہ کے زوال یعنی جہالت پر بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں او من كان ميتا فاحييناه (وہ شخص کہ وہ جاہل تھا پھر ہم نے اسے عاقل بنایا) اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول فانك لاتسمع الموتى (اے حضور ﷺ آپؐ جاہلوں کو نہیں سنا سکتے) اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ وہ شخص جو اللہ کو یاد کرتا ہو اور وہ جو اسے یاد نہیں کرتا مثل الحى والميت کہ وہ بمنزلہ عاقل اور جاہل کے ہیں۔ اور کبھی موت کا استعارہ

Marfat.com

مشکل احوال جیسے فقر، ذلت، سوال، بڑھاپا اور گناہ وغیرہ کے لئے بھی ہوتا ہے) و استیقظ' بیداری کے وقت بھی اللہ کا ذکر و دعا مسنون ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، و فیہ اعلان البراء ۃ من الحول والطول، و استناد الی حول اللّٰہ و قوتہ۔ (اتحافات ص ۳۰۷) (اور ان ادعیہ کرنے میں ایک نوع اپنے زور قوت سے بیزاری کا اعلان اور اس کی نسبت کو صرف ذاتِ خداوندی کی طرف منسوب کرنا ہے)

و الیہ النشور (۱) لفظِ نشور کا معنیٰ 'التفرق فی الامر المعاش کالافتراق حال المعاد (جمع ج۲ ص ۷۵) یعنی باری تعالیٰ ہی معاش کے مالک ہیں اور معاد کے بھی اور اسی سے ان کا حصول ہے۔ (۲) بعض نے کہا کہ النشور کا معنیٰ زندگی بعد الموت ہے' ھو الحیاۃ بعد الموت (جمع ج۲ ص ۷۵) (۳) النشور سے مراد مرجع ہے، ای الیہ الرجوع للثواب أوالعقاب، ای لابد من رجوع الخلق کلھم الی اللّٰہ لیجازوا بأعمالھم اِن خیرا فخیر و ان شرا فشر فمرجعھم اما الی دار الثواب واما الی دار العقاب (مواھب ص ۱۹۷) (علامہ بیجوریؒ نشور کا معنیٰ مرجع سے کرتے ہیں فرماتے ہیں اسی ذات کی طرف ثواب وعقاب کا مآل اور انجام ہے یعنی سب مخلوق کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا تاکہ ان کو اپنے اعمال خیر وشر کا بدلہ دیا جائے تو لامحالہ ان کا مرجع یا جنت یا جہنم ہی ہوگا)

دنیا کی ساری زندگی ایک خواب ہے :

محدثِ جلیل شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی، اس لئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر کیا، علماء نے لکھا ہے کہ سو کر اُٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اسی طرح مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہ' نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے اور عبرت اور غور کے واسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائیں۔ دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک آدمی نہایت خوش حال ہے، متمول ہے، ہر قسم کی راحت کے سامان اس کے پاس موجود ہیں کسی قسم کی اس کو کوئی بھی تکلیف نہیں ہے، وہ خواب میں اگر اپنے کو قید میں کوڑے کھاتا ہوا

Marfat.com

دیکھے، ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے، وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے، وہ اس سے پریشان بھی ہے رو بھی رہا ہے، لیکن دفعتہً آنکھ کھل جاتی ہے، وہ سب راحت و آرام مل جاتے ہیں، اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اس کو نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک دیندار کا حال سمجھ لو، وہ اس دنیا میں جتنی بھی تکالیف اٹھائے، وہ خواب ہے، اگر آنکھ کھلنے کے بعد اس کو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اس پر اثر ہوسکتا ہے، اس کے بالمقابل حسرت سے غور کرو، اُس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے، مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل خانہ میں ہے کوڑے اس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت و آرام کو لے کر وہ کیا چاٹ لے گا۔

ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے آپ کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے، لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کے اندھیری کوٹھڑی میں ہے' ہتھکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اس کو کیا ملا۔ اس گُر کو صحابہؓ نے سمجھا تھا، اسلئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف ولذت سے برداشت کرتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرمادے تو اس کے کرم سے بعید نہیں (خصائل ص ۲۰۹ تا ۲۱۰)

(۳/۲۴۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فُضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ رَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ فِيهِمَا وَ قَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهٗ وَ وَجْهَهٗ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَصْنَعُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہم کو اسے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے یہ روایت عقیل سے سماعت کی اور ان کا خیال ہے کہ عقیل نے زہری سے یہ حدیث سنی، انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے اسے

Marfat.com

ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت کیا ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضورِاقدس ﷺ ہر شبانہ جب بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کران پر دم فرماتے اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کرتمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیرلیا کرتے تھے، تین مرتبہ ایسے ہی کرتے سر سے ابتدا فرماتے اور پھر منہ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر۔

راویان حدیث (۵۱۹) المفضل بن فضالہؒ اور (۵۲۰) عقیلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نفث ، نفخ ، تفل کا فرق :

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ...... مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ جمع کفیه فنفث فیهما : نفث کا معنیٰ پھونکا، دم کیا، منہ سے ہوا کا نکالنا ضعف کے ساتھ کہ تھوک نہ نکلے۔ النفث ! نفخ لطیف بلا ریق (جمع ج۲ ص۷۶) نفخ کا معنیٰ منہ سے بزور وقوت ہوا نکالنا، وھو اقل من التفل (جمع ج۲ص۷۶) تفل کا معنیٰ منہ سے ہوا کے ساتھ تھوک کا تھوڑا سا نکالنا۔ انه لایکون الا ومعه شئی من الریق (المواہب ص۱۹۷)

ظواہر کا مسلک :

حدیث میں لفظِ نفث پہلے اور قرأ بعد میں واقع ہوا ہے' اہل ظواہر، ظاہر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے دم کیا جائے، پھر پڑھا جائے تاکہ ساحرین کی مخالفت کی جائے۔ بان الحکمة فیه مخالفة السحرة والبطلة (جمع ج۲ص۷۷)

نفث و قراءت میں تقدیم تاخیر کی بحث :

تاہم اس شبہ سے کہ نفث مقدم اور قراءت مؤخر ہے، شارحینِ حدیث جواب میں کہتے ہیں، اصلاً قراءت مقدم ہے اور نفث مؤخر ہے، راوی سے قلب ہوگیا ہے اور اگر قلب راوی نہ ہوتو شارحین کہتے ہیں کہ واو مطلق جمع کے لئے آیا ہے، لان الواو تقتضی

Marfat.com

الجمع لا الترتیب فیحمل علی ان النفث بعد القراءة (جمع ج۲ص۷۷)(اس لئے کہ حرف واؤ صرف دوچیزوں کے اکھٹے ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ ان کے درمیان ترتیب پر اس لئے حدیث کا محمل کہ نفس (پھونک مارنا) قراءت (پڑھنے) کے بعد ہوگا)

علامہ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں، وکذا فی صحیح البخاری بالواو و قال شارحٌ من علمائنا وھوالوجه لان تقدیم النفث علی القرأة لم یقل به احد" (جمع ج۲ص۷۷) (اسی طرح لفظ واؤ کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی ہے اور اہل سنت والجماعت کے علماء میں سے کسی شارحؒ نے فرمایا کہ یہی توجیہ بہتر ہے اس لئے کہ پھونک مارنے کی تقدیم سورتوں کے پڑھنے پر کا قائل کوئی بھی نہیں ہے)

جمہور کا مسلک :

جمہور کا مسلک بھی یہی ہے کہ اولاً قراءت ہو پھر دم کرنا چاہئے ۔ جیسا کہ دیگر روایات کا مدلول بھی یہی ہے ۔لان النفث ینبغی ان یکون بعد التلاوۃ لیوصل برکة القرآن الی بشرته (حاشیہ شمائل ترمذی) (چاہیے کہ پھونک مارنا تلاوت کے بعد ہو تاکہ قرآن کی برکت انسانی بدن تک پہنچے) بعض روایات میں واؤ عاطفہ کے بجائے فا تعقیبیه آیا ہے، تو پھر فنفث فیهما کا معنی ہوگا، فأراد النفث فیهما فقرأ فنفث بالفعل (مواہب ص۱۹۷) (آپ ؐ نے ہاتھوں میں پھونکنے کا ارادہ فرما کر سورتیں پڑھیں اور پھر ان میں پھونک ماری)اور فا بمعنی واؤ کے بھی آتا ہے، جو مطلق جمع کے لئے ہوتا ہے ۔ ملاعلی قاریؒ نے اسے راجح قرار دیا ہے، فالاولی ان یقال الفاء ھنا بمعنی الواو ففی القاموس ایضاً ان الفاء تاتی بمعنی الواو (جمع ج۲ص۷۷) (پس بہتر یہ کہ کہا جائے کہ یہاں فا بمعنیٰ واؤ کے ہے قاموس میں بھی ہے کہ فا بمعنیٰ واؤ کے آتا ہے)اس کی نظیر قرآن میں بھی موجود ہے، وکم من قریة اھلکناھا فجاء ھا باسنا (اعراف : ۴) (اس آیت میں فجاء ھا بمعنی 'وجاء ھا کے ہے یعنی بہت ہی بستیاں ہیں کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو جب ان کے پاس ہمارا عذاب آیا) وحمل بعضھم علی ان النفث وقع قبل القرأة و بعدھا ایضاً (جمع ج۲ص۷۷) (اور بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ نفث (پھونک مارنا) قراءت

Marfat.com

سے پہلے بھی اور بعد میں بھی واقع ہوا ہے)

سوتے وقت تبرک بالقرآن کا معمول :

سوتے وقت قرآن کی سورتیں پڑھنا تبرک بالقرآن ہے، وھذا للتبرک بالقرآن (اتحافات ص ۳۰۸) سورۃ کی ابتدا کے ذکر کرنے سے مراد پوری کامل سورتیں ہیں، ای السور الثلاثة بکما لھا (مناوی ج ۲ ص ۷۶) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ، ھذہ حال أخری من حالات نومه و ظاھر الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یفعل ذلک فی الصحة والمرض (اتحافات ص ۳۰۷) (کہ آپؐ کے سونے کے حالات میں یہ ایک اور حالت ہے اور حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ (صحت ومرض میں) یہ عمل فرمایا کرتے تھے)

خلاصۂ بحث :

نبی کریم ﷺ سے سونے کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورۃ سوتے ہوئے پڑھے، اللہ کی طرف ایک فرشتہ محافظ اس کے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے۔ ان کے علاوہ مسبحات یعنی اُن سورتوں کا پڑھنا جو سبح' یسبح' سبحان' سے شروع ہوتی ہیں وارد ہے' الٓمٓ سجدۃ اور تبٰرک الذی کا ہمیشہ پڑھنا۔ نیز آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی اخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوتے ہوئے ہمیشہ قل یاایھا الکفرون پڑھ کر سویا کرو ان کے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے (فتح الباری' خصائل :۲۱۱)

(۲۴۸/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

Marfat.com

سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَ كَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ وَ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے سلمۃ بن کہیل کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت کریب سے روایت کی اور انہوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ سوئے اور خراٹے لینے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر تیاریٔ نماز کی اطلاع دی۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی وضو نہیں کیا۔ اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے۔

حضور اقدس ﷺ سوتے تھے مگر دل بیدار رہتا تھا :

نام و نفخ: حضور اقدس ﷺ سو گئے اور ہلکے سے خراٹے لینے لگے ، و کان اذا نام نفخ اور خراٹے لینا آپؐ کی عادت مبارک تھی، مگر یاد رہے کہ یہ وہ خراٹے نہیں جسے زور زور سے لیا جاتا ہے سننے والے پریشان ہو جاتے ہیں اور سونے والے بے آرام ہو جاتے ہیں، جسے غطیط کہتے ہیں، جو صوتِ منکر کے ساتھ بوجہ کسی بیماری کے سرزد ہوتے ہیں، جبکہ آپؐ سے نفخ ثابت ہے جو نہ تو کسی مرض کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ مذموم ہے۔ وانہ لیس بمذموم ولا مستھجن (مناوی ج۲ص۷۷) شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں :

النفخ اخراج الریح من الفم بصوتٍ والمراد هنا ما یخرج من النائم حین استغراقه فی نومه (مناوی ج۲ص۷۷)

(نفخ کا معنیٰ منہ سے کچھ آواز کے ساتھ ہوا نکالنا اور یہاں اس سے مراد وہ خراٹے ہیں جو کہ سونے والے شخص سے جب کہ وہ نیند میں مستغرق ہو نکلتے ہیں)

Marfat.com

گہری نیند کے باوجود وضوء کی تجدید نہ فرمائی :

ولم یتوضأ : سوکر اٹھنے کے بعد جبکہ سونا بھی خوب آرام کا تھا، آپؐ نے وضو نہیں بنایا اور نماز پڑھ لی اور یہ صبح کی نماز تھی، وھی صلاۃ الصبح (مواہب ص ۱۹۸) بظاہر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نیند سے تو وضوٹوٹ جاتا ہے، پھر آپؐ نے کیونکر نماز پڑھی۔ شارحینِ حدیث جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص سے ہے۔ کہ اس لئے آپؐ کی آنکھیں سوتی ہیں، مگر قلب نہیں سوتا، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وھذا من خصائصہ علیہ السلام لان عینہ کانت تنام و لاینام قلبہ و یقظۃ قلبہ یمنعہ عن الحدث (جمع ج۲ ص۷۷) خود حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ، تنام عینی ولا تنام قلبی (موارد الظمآن ص ۵۲۲) (کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا)

انبیاءِ کرام کی نیند ناقض وضوء نہیں :

بخاری اور مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ محض سوجانے کی وجہ سے انبیاء کرام کا وضو نہیں ٹوٹتا، نوم الانبیاء غیر ناقض للوضوء ایک دوسری روایت میں بھی یہی صراحت مذکور ہے، نحن معاشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا (مواہب: ص ۱۹۸) (ہم انبیاء کرام ایک ہی جماعت اور گروہ ہیں ہماری آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے) وفی الحدیث قصۃ' اس حدیث میں ایک قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے، جو آئندہ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ خامس میں نقل کیا جارہا ہے۔

(۲۴۹/۵) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَفَانَا وَ اٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن منصور نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ ہم کو اسے عفان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حماد بن سلمہ نے ثابت کے واسطہ سے بیان کی اور انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت انس بن مالک ؓ سے سنی ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَفَانَا وَ اٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ ، تمام تعریفیں اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کے لئے ہیں، جس نے شکم سیر فرمایا اور ہماری مہمات کے لئے خود کفایت فرمائی اور سونے کے لئے ٹھکانا مرحمت فرمایا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ کوئی ٹھکانا دینے والا ہے۔

سونے کے وقت کی ایک اور دعا :

اس حدیث میں رات کو سوتے وقت کی ایک اور دعا مذکور ہے، جس میں حمد و شکر، اعتراف' امتنان واحسان اور عبدیت و انابت کی تعلیم ہے۔

دُعا کا معنیٰ وتشریح :

الحمد للّٰہ الذی ...... یہ دعا کھانے پینے کے بعد بھی ہے اور بستر پر جانے کے وقت بھی' یہاں اندراج سے مقصود سونے کے وقت پڑھنے کی ترغیب ہے کہ آپ ؐ کا یہ معمول مبارک تھا۔ اللہ تعالیٰ صبح وشام کی نعمتوں، کھانے پینے کے وسائل واسبابِ رزقِ حلال' صحت وسلامتی' گھر بار اور آرام گاہ و بستر' پھر آرام کرنے کی توفیق' یہ سب خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، انہیں یاد کرو اور ان لوگوں پر بھی نظر ڈالو، جو ان سے محروم ہیں۔ کفانا ای کفیٰ مھماتنا و دفع عنا اذیاتنا و آوانا ای ردّنا الی ما وانا و لم یجعلنا من المنتشرین کالبھائم فی صحرانا (جمع ج ۲ ص ۷۷) (یعنی ہماری مہمات کی کفایت فرمائی اور ہماری تکلیفات کو ہم سے دور کیا اور ہمیں اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹایا اور ہمیں جانوروں کی طرح جنگلوں میں منتشر نہیں فرمایا)

فکم ممن لا کافی لہ ولا موؤی ' کتنے ہی ایسے لوگ ہیں، جن کا کوئی کفایت کرنے والا نہیں ہے اور نہ ان کو کوئی ٹھکانا مہیا کرنے والا ہے۔ ای فکم من الخلق انتشر

Marfat.com

علی الارض لایجد فراشاً الا الارض ولا سقفاً الا السماء والانسان اذا ذکر الاقل منہ زاد حمدہ لربہ (اتحافات ص ۳۰۹) (پس بہت سے مخلوق میں ایسے ہیں کہ ان کا زمین کے سوا کوئی بستر وغیرہ نہیں اور کئی لوگوں کی آسمان کے سوا سر چھپانے کے لئے کوئی چھت وغیرہ نہیں اور جب انسان کی اپنے سے کم ترین اشخاص پر نظر ہوگی اور اس کے سامنے ان کا تذکرہ ہوگا تو وہ اپنے رب کی حمد وشکر زیادہ کرے گا)

شکر وامتنان کی ترغیب وبرکات :

چونکہ عادۃ اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے۔حق تعالیٰ جل شانہ بھی اس کے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ جس کا کسی نے ترجمہ کیا ہے ...... ع

خدا خود میرِ سامان است اربابِ توکل را

اور حضور اقدس ﷺ میں یہ مضمون علیٰ وجہ الاتم ہونا ہی چاہئے تھا۔ اس لئے وہاں سے کفایت بھی علیٰ وجہ الاتم ہوتی تھی۔ اس کے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہ پر کرتا ہے، اتنا ہی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کی اعانت ہوتی ہے۔ متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اس کی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اس کو پیش کرے تو بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے اس کی ضرورت پوری کردی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اولادِ آدم! اگر تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجائے تو میں تیری ضرورتوں کو پورا کروں اور تیرے دل کو غناء سے بھر دوں، ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھر دوں گا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دوں گا۔ جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونے کے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں، وہ اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ حدیثِ بالا میں جو دعا نقل کی گئی ہے، اس مین حضور اقدس ﷺ نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں

Marfat.com

شکر کرنا ضروری ہے کہ زیادتی شکر انعام کا ذریعہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷) اگر تم شکر کرتے رہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کروں گا۔ اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کم تر کی حالت کی طرف بھی غور کرنا چاہئے تاکہ شکر دل سے نکلے۔ کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں، جن کو کھانا میسر نہیں، فاقہ کرتے ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو ٹھکانا نصیب نہیں، بے ٹھکانے گزر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی حامی مددگار نہیں ہے، جو مصائب میں کوئی اعانت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں، جس نے یہ سب کچھ عطا فرما رکھا ہے۔

(۲۵۰/۶) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَ اِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حسین بن محمد الجریری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے یہ روایت حمید سے اور انہوں نے بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کی، انہوں نے اسے عبداللہ ابن رباح سے اور انہوں نے یہ حدیث ابوقتادہ سے سنی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (سفر میں رات کو چلنے کے بعد) اگر اخیر شب میں کچھ سویرے کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ آرام فرما لیتے۔

راویان حدث (۵۲۱) حسین بن محمد الجریریؒ (۵۲۲) سلیمان بن حربؒ اور (۵۲۳) عبداللہ بن رباحؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

عرس ! تعریس سے ہے رات کے آخری حصے میں مسافر کے نیند و

Marfat.com

استراحت کے لئے اترنے کو کہتے ہیں، من التعریس و ھو نزول المسافر فی آخر اللیل للاستراحۃ والنوم (جمع ج۲ص ۷۸) بلیل ! ماقبل کیلئے تاکید ہے، یا تجرید ہے، وقد یطلق و یراد بہ النوم مطلقاً (جمع ج۲ص ۷۸) (اور کبھی تعریس کا ذکر ہوتا ہے اوراس سے مطلق نیند مراد ہوتی ہے) علی شقہ الایمن : شق کا لغوی معنی نصف الشئی اور یہاں شق کا معنیٰ طرف وجانب ہے۔ شق ایمن پر سونا حضور اقدس ﷺ کا پسندیدہ عمل تھا۔ لأنہ کان یحب التیامن فی أمرہ کلہ (اتحافات ص ۳۰۹) (آپ ﷺ تمام امور (حسنہ) میں تیامن (دائیں طرف) کو محبوب اور پسند فرماتے)

صبح سے قبل استراحت کی صورت :

واذا عرس قبیل الصبح ...... آپ کا یہ عمل صلوٰۃ الصبح کے لئے بیداری میں سہولت کے لئے تھا اوراس سے تعلیم امت بھی مقصود تھی، انما کان یفعل ذلک حرصاً علی صلوٰۃ الصبح و ھو تعلیم لنا (اتحافات ص ۳۰۹)

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ اگر وقت میں وسعت وگنجائش ہوتی تو آرام واستراحت سے دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے اور آرام فرماتے، لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر ہاتھ پر تکیہ لگا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمالیتے۔

ایسے وقت میں پوری طرح لیٹ کر آرام فرمانے سے گریز کرتے کہ نیند گہری آجائے تو نماز فوت ہوجانے کا امکان تھا، بلکہ کہنی پر ٹیک لگا کر سر مبارک کو ہاتھوں پر رکھ کر تھوڑا سا آرام کرلیتے تھے۔

اوقاتِ خواب اوراس کی اعتدالیت :

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اکثر اوقات میں رات کو سویرے سوتے اور آخر رات میں اُٹھ کر عبادت میں مصروف رہتے۔

البتہ مسلمانوں کے بعض مصالح کے پیشِ نظر کبھی کبھار رات کا ابتدائی حصہ بھی بیداری میں گذارتے۔ وکان ینام اول اللیل ویقوم آخرہ و ربما سھر اول اللیل فی

Marfat.com

مصالح المسلمین . وکان نومه اعدل النوم وهو انفع مایکون من النوم والاطباء یقولون هو ثلث اللیل والنهار ثمان ساعات (زادالمعاد ج ۱ ص ۵۶) (اور آپ ؐ کی نیند معتدل ہوتی تھی اور وہ زیادہ نافع ہوا کرتی ہے اور اطباء حضرات کہتے ہیں کہ وہ رات اور دن کی تہائی یعنی آٹھ گھنٹے ہیں)

==========================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بیان میں

عبادۃ کا معنیٰ وتشریح :

عبادۃ کا لغوی معنیٰ عاجزی، انکساری واماندگی، خدمت، بندگی اوراطاعت ہے۔ خواہ وہ کسی بھی ہیئت پر ہو یا وہ اطاعت بطورِ عادت کے ہو، اصل مقصود عبادت سے امتثالِ امر ہے۔ بارگاہِ قدس میں غایتِ خضوع اورغایت تذلل کے ساتھ جبینِ نیاز جھکانا اورسجدہ کرنا عبادت ہے ...... والعبادة اقصی غاية الخضوع و التذلل (مواہب ص۱۹۹) پھر عبادت کی مختلف صورتیں ہیں، قولی، فعلی، بدنی، مالی وغیرہ، پھر عبادات میں، فرائض، واجبات، سنن اورنوافل کی تقسیم ہے۔

لفظِ عبادت اپنے معنیٰ کے لحاظ سے جمیع عبادات کوشامل ہے۔ حتیٰ کہ بعض عادات بھی عبادات بن جاتے ہیں۔ بعض اُمور ایسے بھی ہیں کہ جن کی مشروعیت عبادت کے لئے ہوئی ہے، مگر بعض اعمال وافعال ایسے ہیں کہ ان کا جواز انسانی حاجات کی تحصیل وتکمیل کے لئے ہوا ہے۔ تاہم نیت درست ہوتو ایسے اعمال وافعال بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ تاہم اس باب میں نقل فرمودہ چوبیس (۲۴) روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظِ عبادت سے مرادعبادات نافلہ ہیں ، والمقصود هنا هو عبادة التطوع، سواء كانت بليل أو نهار (اتحافات ص۳۱۱) (اور یہاں آپ کی نفلی عبادت مقصود ہے چاہے وہ رات کو ہو یا دن کو) جن پر عام لوگ کم واقفیت رکھتے ہیں۔ فرائض توسب کومعلوم ہوتے ہیں۔

غرضِ انعقادِ باب :

حضوراقدس ﷺ باوجود معصوم ہونے کے نوافل کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے

Marfat.com

۔یہی اس باب کی غرض انعقاد ہے، ستعرف فی ھذا الباب کیف کانت عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، و کیف داوم علیھا حتی ورمت قدماہ ۔(اتحافات ص ۳۱۱) (چنانچہ عنقریب اسی باب میں تو یہ جان لے گا کہ حضور ﷺ کی عبادت کی کیفیت کیا ہوتی تھی اور آپؐ نے عبادت پر کیسے دوام فرمایا کہ آپؐ کے قدموں میں ورم آجاتا تھا) باب نوم کے بعد لانے کی وجہ ظاہر ہے، وعقب باب النوم بباب العبادۃ لأن نومہ صلی اللہ علیہ وسلم مِن اجلّ العبادات و أکمل الطاعات ۔(مواہب:ص ۱۹۹) (اور مصنفؒ نے باب العبادۃ کو باب النوم کے بعد اس لئے ذکر کیا کہ آپؐ کی نیند بھی ایک بڑی عبادت اور کامل طاعات میں سے تھی) او لانہ کان یعقب نومہ بعبادتہٖ ۔(المناوی ج ۲ ص ۸۰) (یا اس لئے کہ نیند کے بعد آپؐ عبادت فرمایا کرتے)

حضور اقدس ﷺ کا عظمتِ مقام کے باوجود نوافل کا اہتمام :

حضور اکرم ﷺ کی ہر حرکت وسکون عبادت ہے، ہر کلام وخاموشی ذکر وفکر ہے، لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے، جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ معصوم ہونے کے باوجود' مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود' اُس مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی اللہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی پہنچا، کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں، کتنا اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ ہم گنہ گار ہیں، سیہ کار ہیں، گناہوں کے مقابلے اور تول کے لئے بھی ہم عبادات کے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ محتاج ہیں، پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں، جن کا پورا معاوضہ تو درکنار ان کا کوئی بھی معاوضہ مل جائے تو بسا غنیمت ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اس کی قیمت اخلاص پر مبنی ہے، جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے، کسی کے لئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد) اور دسواں بھی مثال

Marfat.com

کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے، اگر وہ پوری ہوتی ہے تو جائزہ میں پوری لکھ دی جاتی ہے اور اگر ناقص ہوگی تو ارشاد ہوگا کہ دیکھو اس کے لئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں، اگر نوافل ہوتے ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کردی جاتی ہے، اس کے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں، وہ ہمیں بھی معلوم ہیں، ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کے نہایت کثرت سے واہتمام اور اخلاص سے کی جائیں۔ عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دونگراں ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر جز اُس عملِ نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے، جو اس سے صادر ہوئے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہوگا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائے گی اور حضور اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ قربان کہ آپؐ کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔ (خصائل: ۲۱۴ تا ۲۱۵)

باقی رہی یہ بات کہ نبوت سے قبل بھی تو حضو اقدس ﷺ غارِ حرا میں عبادت کا اہتمام فرماتے تھے۔ یہ عبادت کیا تھی اور کس طریقہ پر تھی۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان متعبدا بالعبادات الباطنیة من الاذکار القلبیة والافکار فی الصفات الالٰھیة والمصنوعات الآفاقیة و الانفسیة و الاخلاق السنیة والشمائل البھیة من الترحم علی الضعفاء و الشفقة علی الفقراء والتحمل من الاعداء والصبر علی البلاء والشکر علی النعماء والرضاء بالقضاء والتسلیم والتفویض والتوکل علی ربّ الارض والسماء والتحقق بحال الفناء و مقام البقاء علی ما یکون منتھی حال کمل الاولیاء والاصفیاء۔ (جمع ج۲ص۸۰)

Marfat.com

(نبی کریم ﷺ عبادات باطنیہ یعنی اذکار قلبیہ، صفات الٰہیہ، آفاقی (بیرونی) اور انفسی (اندرونی) مظاہر اور مناظر خداوندی میں تدبر وتفکر نیز بلند اخلاق اور اچھے عادات یعنی ضعیف اور کمزور لوگوں پر شفقت ورحمت دشمنوں کی تکالیف پر تحمل، مصائب پر صبر اور اللہ کی نعمتوں پر شکر قضا وقدر، تسلیم وتفویض جیسے اوصاف جمیلہ آسمان وزمین کے مالک پر توکل فنا وبقاء کے مقام کا تحقق جو کہ اولیاء کرام اور برگزیدہ شخصیات کا مطمح نظر اور منتہی ہوا کرتا ہے پر غور وفکر کرنے میں ہمہ تن منہمک رہا کرتے تھے)

(۲۵۱/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَ بِشْرُ بْنُ مَعَاذٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

ترجمہ: "امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبۃ بن سعید وبشر بن معاذ نے یہ حدیث بیان کی ۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابوعوانہ نے زیاد بن علاقہ کے حوالہ سے خبر دی، انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ سے روایت کی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں، حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ، نے آپؐ کے اول وآخر سب گناہ بخش دیے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (کہ جب حق جل شانہ، نے مجھ پر اتنا بڑا انعام فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔

راویان حدیث (۵۲۴) بشر بن معاذؒ (۵۲۵) ابوعوانۃؒ اور (۵۲۶) زیاد بن علاقہؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نوافل کا اہتمام:

انتفخت قدماہ ' مسلسل عبادات اور طویل قیام کی وجہ سے آپؐ کے پاؤں پر

Marfat.com

دباؤ پڑجاتا تھا اور وہ سوجھ جاتے تھے ، ای واستمر علی الاجتھاد فی الصلوٰۃ حتی تورمت قدماہ الشریفتان مِن طول قیامہ فیھا و اعتمادہ علیھما ۔(مواہب ص ۲۰۰)
چونکہ فرائض میں آپؐ کا تخفیف کا معمول تھا، امت کو بھی اس کی تعلیم فرمائی، اس لئے اس سے مراد نفلی عبادت ہے۔

نبیٔ معصومؐ سے گناہوں کی مغفرت کا معنیٰ :

فقیل لہ' حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا، بعض اکابر صحابہؓ نے عرض کیا، وفی روایۃ انہ عمر ۔(مواہب ص ۲۰۰) (اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عمرؓ تھے) کہ آپ یہ کلفت ومشقت کیوں برداشت کرتے ہیں، وقد غفر اللہ لک ...... :
بظاہر اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ گناہ تو آپؐ سے صادر ہوئے ، لیکن حق تعالیٰ جل شانہ' نے معاف فرمادیے حالانکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا۔
اس کے بہت سے جواب علماء نے مرحمت فرمائے ہیں ، جو اپنے موقعوں پر درج ہیں ۔ بالخصوص سورۂ انا فتحنا کی تفسیروں میں مختلف جواب نقل کیے گئے ہیں' بندہ کے نزدیک سہل یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی خوبیاں مقربین کے لئے گناہ بن جاتے ہیں) ہر شخص کے گناہ اس کے درجہ کے مناسب ہوتے ہیں ۔ آپؐ کے درجہ اور رتبہ کے مناسب جو کوتاہیاں شمار کی گئیں وہ ایسے اُمور ہیں، جو ہمارے لئے عین طاعت ہیں ۔مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ حضور اقدس ﷺ کافر سرداروں کے اسلام لانے کی توقع اور اُمید میں ان سے گفتگو فرما رہے تھے ، جو عین دین تھا ۔ اس وقت ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ نے آ کر کچھ بات کی ، جس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ کو ان لوگوں کی اہمیت کی وجہ سے ان کے درمیان میں دخل دینا گراں ہوا۔
اس پر سورۂ عبس میں حضور اکرم ﷺ پر تنبیہ ہوئی ، اسی طرح جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ نے غایتِ شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس توقع پر کہ یہ لوگ مسلمان ہوجائیں یا ان کی نسل سے مسلمان پیدا ہوں ، فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا ، تو قرآن پاک میں اس پر تنبیہ ہوئی ۔ اس نوع کے واقعات ہیں جو حضور اکرم

Marfat.com

ﷺ کی علوِ شان کے لحاظ سے وہ تقصیر شمار کیے گئے (خصائل ص ۲۱۶ تا ۲۱۷)

تکلّف بمعنیٰ تحمّل کے ہے :

تکلف کی دو قسمیں ہیں، ان یفعل الانسان فعلاً بمشقة و هو ممدوح و هو المراد هنا و أن یفعل فعلاً تصنعاً و هو مذموم۔ (مواہب ص ۲۰۰) ((۱) کہ انسان کسی کام کو تکلیف ومشقت برداشت کر کے کرلے اور یہ تو قابل مدح ہے اور یہاں یہی مراد ہے (۲) اور دوسری قسم یہ کہ تصنع اور بناوٹ کے طور پر کسی کام کو کرنا اور یہ قابل مذمت ہے) یہاں دوسری قسم مراد نہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، انا و امتی برآء من التکلف (جمع ج ۲ ص ۸۰) (میں اور میری امت تکلف اور بناوٹ سے بیزار ہیں) قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ کہنے کا حکم دیا ہے ، وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۔ (سورۂ ص:۸۶) (اور نہیں میں تکلف کرنے والوں سے) پہلی قسم سے مراد تکلف بمعنیٰ تحمل و برداشت کے ہے ،اور یہاں یہی معنیٰ مراد ہے قال افلا اکون عبدا شکورا ' حرفِ فا میں دو اقوال ہیں۔

(۱) الفاء للعطف علی مقدر تقدیره أأترک الصلوة اعتمادا علی الغفران فلا اکون عبدا شکورا ۔ (فاء برائے عطف مقدر پر ہے۔ تقدیرِ عبارت أأترک الخ کہ کیا میں نمازِ نفل (کی کثرت) کو چھوڑ دوں پھر نہ بنوں بندہ شکر گزار) (۲) و قیل للتسبیب عن غیر مذکور ای أأترک صلواتی بما غفرلی فلا اکون عبدا شکورا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری مغفرت کا اعلان و انعام اس بات کا سبب ہے کہ میں اللہ پاک کی نماز پڑھوں اور اس کا شکر ادا کروں۔

منشائے سوال :

شاید سائل کی غرض یہ ہو کہ باوجود غفران کے اعلان وانعام کے اپنے آپ کو عبادت کے لئے مشقت میں ڈالنے کی وجہ یا تو گناہوں کا خوف ہوسکتا ہے یا مغفرت کی اُمید، " اما خوف الذنب او رجاء المغفرة ۔ (جمع ج ۲ ص ۸۰) مگر حضور اقدس ﷺ کے ارشاد نے بات واضح کردی کہ اس قدر کثرت واہتمامِ عبادت کا سبب کچھ اور ہے، وهو الشکر

Marfat.com

علی التأهل لها مع المغفرة و اجزال النعمة ۔(جمع ج ۲ص ۸۰)(اور وہ رحیم کریم ذات کا شکر کرنا کہ اس نے مجھے باوجود مغفرت اور کمال نعمت عطا کرنے کے اپنی عبادت کی اہلیت بھی نصیب فرمائی) جیسا کہ آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے، ولا یکونن احدکم کالعبد السوء، إن خاف عمل ولا کالأجیر السوء ان لم یعط الأجر لم یعمل ۔(اتحافات ص ۳۱۱)(اور تم میں کوئی ہرگز اس برے غلام کی طرح نہ ہو کہ اگر اس کو خوف ہو تو پھر کام کرتا ہے اور نہ اس برے مزدور جیسے کہ اگر اسے اجرت نہ دی جائے تو کام چھوڑ دے)

حضرت علیؓ کا ارشاد مبارک :

علامہ ملا علی قاریؒ نے حضرت علیؓ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ جنت کی حرص ولالچ پر عبادت کرتے ہیں یہ عبادت تاجروں کی عبادت ہے اور جو لوگ خوف اور ڈر کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے اور جو لوگ بلا رغبت وخوف محض نعماءِ الٰہی کے شکریہ میں عبادت کرتے ہیں یہ عبادت احرار کی عبادت ہے۔

عن علی کرم الله وجهه ان قوماً عبدوا رغبة فتلک عبادة التجار و ان قوماً عبدوا رهبة فتلک عبادة العبید و ان قوماً عبدوا شکراً فتلک عبادة الاحرار ۔(جمع ج ۲ص ۸۰)

سیاقِ حدیث کی غرض :

دراصل اس حدیث سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اطاعتِ خداوندی میں ساری کائنات میں سے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ایک عظیم شخصیت تھی۔ نیز حدیث سے نفلی عبادات کا اہتمام اور اس کے لئے حتی الوسع مشقت برداشت کرنے کا استحباب بھی معلوم ہوتا ہے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں : والغرض من سیاق هذا الحدیث بیان انه اعظم الخلق طاعة لربّه و فیه ندب تشمیر ساق الجد فی العبادة و ان ادی لمشقة مالم یفض الی ملال ۔(مناوی ج ۲ص ۸۰)

Marfat.com

(۲/۲۵۲) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارِ نِ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ تَفْعَلُ هٰذَا وَ قَدْ جَآءَكَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ غَفَرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

ترجمہ : ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوعمار حسین بن حریث نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فضل بن موسیٰ نے محمد بن عمرو کی وساطت سے خبر دی، انہوں نے یہ روایت ابی سلمۃ سے اور انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے، پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

مضمونِ حدیث تو وہی ہے جو اس سے قبل کی حدیث میں گذر چکا ہے۔ مصنفؒ کی غرض بھی یہی ہے کہ دوسری سند سے بھی سابقہ مضمونِ حدیث کی تائید حاصل ہو جائے۔ ترم قدماہ' ایک نسخہ میں تورم نقل ہوا ہے اتفعل هذا ای الاجتهاد والتكلف فهو على تقدير همزة الاستفهام ۔(مواہب ص ۲۰۱)(تفعل هذا یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہے اور معنیٰ یہ ہوگا کیا تو اتنی محنت ومشقت کرتا ہے) حضور اقدس ﷺ بارگاہِ قدس میں تشکر و امتنان اور عبدیت وعبادت کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ حضراتِ مفسرینؒ نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع ”اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... “ کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے۔

آیت کا شانِ نزول :

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور محدث ابن عسا کر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباحؒ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے، اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات میں جو سب سے زیادہ عجیب چیز آپ نے

Marfat.com

دیکھی ہو، وہ مجھے بتلائیے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: آپؐ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ اُن کی تو ہر شان عجیب ہی تھی۔ ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں، وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور لحاف میں میرے ساتھ داخل ہو گئے، پھر فرمایا اجازت دو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں، بستر سے اُٹھے، وضو فرمایا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپؐ کے آنسو سینۂ مبارک پر بہہ گئے، پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے، پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی اسی قدر روئے، پھر سر اُٹھایا اور مسلسل روتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت بلالؓ آئے، اور حضور ﷺ کو نماز کی اطلاع دی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور شکریہ میں گریۂ وزاری کیوں نہ کروں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر آیتِ مبارکہ نازل فرمائی ہے: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ :لآیۃ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: بڑی تباہی ہے، اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۶۱، ۲۶۲)

الحاصل :

علامہ ملا علی قاریؒ الحاصل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ، والحاصل انه لایستغنی احد عن فضله سبحانه و لذا قال صلی اللّٰه علیه وسلم لن ینجو احد منکم بعمله قالوا ولا انت یا رسول اللّٰه قال ولا انا ' الا ان یتغمدنی اللّٰه برحمته و بهذا یتبین ان اللّٰه تعالیٰ لو عمل بالعدل مع الخلق لعذب الاولین والآخرین و هو غیر ظالم لهم فنسأل اللّٰه فضله و نستعیذ من عدله (جمع ج ۲ ص ۸۱) (خلاصہ یہ کہ دنیا میں کوئی بھی اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور مہربانی سے مستغنی نہیں اس لئے تو آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی آدمی اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا صحابہؓ نے عرض کیا حضور ﷺ! آپ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور میں بھی نہیں بچ سکتا الا یہ کہ اللہ اپنے فضل وکرم

Marfat.com

سے مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے عدل وانصاف کا معاملہ فرماویں تو بھی اولین وآخرین کو عذاب دینے میں ظالم نہیں ہوں گے اس لئے ہم تو اس سے اس کے فضل وکرم کا معاملہ چاہتے ہیں اور اس کے صرف عدل سے پناہ مانگتے ہیں)۔

(۳/۲۵۳) حَدَّثَنَا عِیسَی بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عِیسَی بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرَّمْلِیُّ حَدَّثَنَا عَمِّیْ یَحْیَی بْنُ عِیسَی الرَّمْلِیُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ یُصَلِّیْ حَتّٰی یَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَیُقَالُ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا.

ترجمہ : ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ حدیث عیسیٰ بن عثمان بن عیسیٰ بن عبد الرحمٰن رملی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے یہ روایت میرے چچا یحییٰ بن عیسیٰ رملی نے بیان کی، انہوں نے یہ روایت اعمش سے نقل کی اور انہوں نے اسے ابی صالح سے روایت کیا۔ ابوصالح حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نماز اتنی طویل پڑھتے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر آئے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ آپ کے سب گناہ اوّلین وآخرین معاف ہو چکے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

راوی حدیث (۵۲۷) عیسیٰ بن عثمان الرملیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مضمون حدیث وہی ہے جو گذشتہ دو احادیث میں بیان ہو چکا ہے انما ذکر الحدیث بالاسانید الثلاثة للتاکید والتقویة (جمع ج ۲ ص ۸۲) (حدیث کو تین اسناد سے ذکر کرنا تاکید وتقویت کے لئے ہے)

بعض اشکالات کا تفصیلی جواب :

امامِ ترمذیؒ نے اہتمام کی وجہ سے تین طریقوں سے اس مضمون کو ذکر کیا۔ ان

Marfat.com

روایات پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ سے مختلف طریقوں سے طاقت سے زیادہ مجاہدات اور عبادات کی ممانعت وارد ہوئی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ آدمی صرف عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمادیا کہ میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی، وہ ممدوح اور پسندیدہ ہوگی۔ اس کے بعد زیادتی کی ممانعت جہاں جہاں وارد ہوئی ہے۔ وہ عوارض کی وجہ سے ہے، جہاں کوئی عارض اور مانع پیش آجائے گا، وہاں غیر مستحسن ہوجائے گی۔ منجملہ اِن عوارض کے اُکتا جانا اور گھبرا کر بالکل ترک کردینا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ بھاگ کر چلنا نہ اُکھڑ کر گرنا۔ احادیث میں اس طرف اشارہ ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعمال اسی قدر کرو جتنے کا تحمل ہو سکے۔ اللہ جل شانہٗ ثواب عطا کرنے سے دریغ نہیں فرماتے، جب تک کہ تم عمل سے اُکتا نہ جاؤ اسی لئے علماء مجاہدات کی زیادتی سے روکتے ہیں کہ مبادا اُکتا کر بالکل ہی ترک ہوجائے۔ جب کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور کیوں نہ ہوتی، جب کہ نماز اللہ کے ساتھ راز و نیاز ہے، تو حضور اکرم ﷺ جیسے مخلص بندے کے لئے آقا کے ساتھ سرگوشی میں جتنی بھی لذت ہو قرینِ قیاس ہے۔ اُکتاوے وہ جو اس لذت سے محروم ہو۔ اسی طرح دوسرا مانع جو احادیث میں وارد ہوا ہے، حقوقِ لازمہ کی ادا میں کوتاہی ہے کہ مجاہدات کی کثرت سے ضعف پیدا ہو کر حقوق میں کوتاہی ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ کے یہاں یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے کہ جو قدسی ذات ان مجاہدات اور تقلیلِ طعام وغیرہ پر بھی ایک دفعہ میں نو بیویوں سے صحبت کر سکتا ہو، وہاں ضعف کا کیا سوال۔ اسی طرح دیگر عوارض کا حال ہے جو حضور اکرم ﷺ کے یہاں منتفی تھے۔ اس لئے ان جیسی روایات پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (خصائل)

(۲۵۴/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی اِسْحٰق عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

Marfat.com

وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ كَانَ یَنَامُ اَوَّلَ اللَّیْلِ ثُمَّ یَقُوْمُ فَاِذَا كَانَ مِنَ السَّحْرِ اَوْتَرَ ثُمَّ اَتیٰ فِرَاشَهٗ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اَلَمَّ بِاَهْلِهٖ فَاِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ جُنُبًا اَفَاضَ عَلَیْهِ مِنَ الْمَآءِ وَاِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ.

ترجمہ : " امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت شعبہ نے ابی اسحاق کی وساطت سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت اسود بن یزید سے روایت کی۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس ﷺ کی رات کی نماز یعنی تہجد اور وتر کے متعلق استفسار کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا کیا معمول تھا، انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصفِ اوّل میں استراحت فرماتے تھے، اس کے بعد تہجد پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اخیر شب ہوجاتی، تب وتر پڑھتے، اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے آتے، اگر رغبت ہوتی، تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے، پھر صبح کی اذان کے ساتھ فوراً اُٹھ کر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

صلوٰۃ اللیل :

قال سألت عائشة عن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... ' صلوٰۃ اللیل میں اگر چہ عموم ہے، مغرب وعشاء دونوں کو شامل ہے، مگر یہاں مزید تفصیل ہے وہ بمعنیٰ تہجد کیے، کان السؤال عن صلاة الليل يشمل التهجد و الوتر (اتحافات ص ۳۱۲) (گویا صلوٰۃ اللیل کا سوال (مغرب وعشاء کے ساتھ) تہجد اور وتر کو بھی شامل ہے) کان ینام اول اللیل ۔ حضور اقدس ﷺ کا یہ عام معمول تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتے تھے اور نصف شب تک آرام فرماتے، قبل العشاء سونے کو پسند نہ فرماتے، لانه يكره النوم قبلها (مواہب ص ۲۰۲) ثم یقوم ، پھر نماز تہجد کے لئے قیام فرماتے، ای یصلی فان قیام اللیل متعارف فی الصلاة فيه يستمر يصلي السدس الرابع والخامس (مناوی ج ۲ ص ۸۲) (ثم یقوم کا مطلب یہ کہ پھر نماز تہجد پڑھتے اس لئے کہ قیام لیل تہجد پڑھنے کے لئے متعارف

Marfat.com

ہے۔ اور آپ ﷺ کی عادتِ مستمرہ چوتھے سدس اور پانچویں سدس میں تہجد پڑھنے کی تھی)

صلواۃِ وتر :

فاذا کان مِن السحر اوتر۔ اسی طرح جب عبادت الٰہی میں رات کا آخری حصہ ہوجاتا، تو وتر ادا فرماتے، السحر کا معنیٰ آخر اللیل ہے۔ (اتحافات ص ۳۱۳) اوتر میں وتر کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں، کان ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعة ثلاث سور آخرھن قل ھوا اللّٰہ احد، وفی روایة کان یقرأ فی الاولیٰ سبح اسم ربک الأعلیٰ، وفی الثانیة قل یاایھا الکافرون و فی الثالثة قل ھو اللّٰہ احد، والمعوذتین رواہ ابو داؤد والترمذی۔ (مواہب ص ۲۰۲) (نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے اور مفصل سورتوں میں سے نو سورتیں ان میں پڑھتے تھے ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھا کرتے ان میں آخر قل ھوا اللّٰہ احد ہوتی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللّٰہ احد اور معوذتین پڑھا کرتے تھے اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے) ثم اتی فراشہ، پھر اپنے بستر پر استراحت کے لئے تشریف لے آئے، لیقویٰ بھا علی صلاة الصبح و مابعدھا من و ظائف الطاعات ولانہ یدفع صفرة السھر عن الوجہ (جمع ج ۲ ص ۸۲) (تاکہ صبح کی نماز اور بعد کے نفلی وظائف وغیرہ پر تقویت حاصل کی جائے اور اس لئے بھی کہ بیداری کی وجہ سے چہرہ کی زردی (کمزوری) کو دور کیا جائے)

وظیفۂ زوجیت :

فاذا کان لہ حاجة...... الخ، مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے، الم باھلہ، الالمام بمعنیٰ نزولِ خفیف کے آتا ہے، گویا جماع سے کنایہ ہے، ای قرب من زوجتہ و ھو کنایة عن الجماع۔ (اتحافات ۲۱۳) (یعنی اپنی بیوی کے قریب ہوجاتے اور یہ جماع سے کنایہ ہے) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ وظیفۂ

Marfat.com

زوجیت کے لئے بعد السحر کے وقت کو ترجیح دیتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اطباء کے نزدیک بھی صحبت کے لئے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے۔ نیز سو کر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے، اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے، لیکن یہ طبی مصالح ہیں۔ شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ سے بھی اوّل شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔ (خصائل)

(۲۵۵/۵) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ (ح) وَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَیْمٰنَ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَیْمُوْنَةَ وَهِیَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِیْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ اللَّیْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِیْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِیْلٍ فَاسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰیٰتِ الْخَوَاتِیْمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ مُّعَلَّقٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی رَاْسِیْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِی الْیُمْنٰی فَفَتَلَهَا فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ قَالَ مَعْنٌ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی جَآءَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الصُّبْحَ۔

ترجمہ: "امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے مالک بن انس کے واسطہ سے یہ حدیث بیان کی۔ (ح) ہم کو اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں

Marfat.com

کہ ہمیں اسے معن نے مالک کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے اسے مخرمہ بن سلیمان سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت کریب سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات (لڑکپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) کے یہاں سویا۔ حضور اقدس ﷺ اور ان کی اہلیہ تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کی چوڑان پر سر رکھے ہوئے تھا سو گئے اور تقریباً نصف رات ہونے پر اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار کو دور فرمانے لگے، پھر سورۂ آل عمران کے اخیر رکوع "اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ" کو تلاوت فرمایا۔ اس کے بعد مشکیزہ کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا لٹک رہا تھا تشریف لے گئے اور اس سے (برتن میں پانی لے کر) وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں بھی وضو کر کے حضور اکرم ﷺ کی (بائیں جانب) برابر کھڑا ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ نے (اس لئے کہ مقتدی کو دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے) میرے سر پر ہاتھ مبارک رکھ کر میرا کان مروڑا، پھر حضور اقدس ﷺ دو دو رکعت پڑھتے رہے، معن کہتے ہیں کہ چھ (۶) مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے دو دو (۲) رکعت پڑھیں۔ گویا بارہ (۱۲) رکعت ہو گئیں، پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ صبح نماز کے لئے جب بلالؓ بلانے آئے تو دو (۲) رکعت سنت مختصر قرأت سے پڑھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت ابنِ عباسؓ:

یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، جو حضور اقدس ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور عمر میں چھوٹے صحابی تھے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ لانها اخت امه لأبيها ' واسم امه لبابة و كنيتها أم الفضل (اتحافات ص ۳۱۳) (اس لئے کہ حضرت میمونہؓ ابن عباسؓ کی ماں کی علاتی بہن تھیں اور اس کی ماں کا نام لبابہ اور کنیت ام الفضل تھی) ابن عباس کی طرح خالد بن ولیدؓ اور حضرت زید بن اصم بھی ان کے بھانجے تھے۔ حضرت میمونہؓ کون تھیں "هي التي وهبت نفسها للنبي صلى الله عليه وسلم و تولى ولايتها العباس" ۔ (اتحافات ص ۳۱۳) (یہ وہ عورت تھی جس نے اپنا

Marfat.com

نفس (جان) حضور ﷺ کو بخش دی تھی اس کا متولی حضرت عباسؓ تھا)

ملا علی قاریؒ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں 'لانها لما جاء تها خطبته و هی علی بعير لها قالت هو و ما عليه لله و لرسوله و جعلت امرها للعباس فانكحها النبی صلی الله عليه وسلم و هو محرم فلما رجع بنی بها بسرف ...... و من غريب التاريخ انها ماتت بسرف فی المحل الذی تزوجها فيه و صلی عليها ابن عباس و دخل قبرها وهی آخر ازواج النبی صلی الله عليه وسلم (جمع ج۲ص۸۳) (اس لئے کہ جب اس کے پاس حضور ﷺ کا پیغامِ نکاح پہنچا اور وہ اس وقت اپنے اونٹ پر سوار تھی کہا کہ اونٹ اور جو کچھ اس پر ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور میں نے اپنا متولی حضرت عباسؓ کو بنایا ہے تو حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ اس کا نکاح کروادیا اور آپؐ اس وقت محرم تھے جب آپؐ (مکہ سے واپس) لوٹے تو مقام سرف میں بیوی کے پاس گئے اور تاریخ کے عجائبات میں سے ہے کہ حضرت میمونہؓ نے مقام سرف میں اسی جگہ وفات پائی جہاں آپؐ نے اس سے نکاح فرمایا تھا اور اس پر نمازِ جنازہ حضرت عباسؓ نے پڑھی اور قبر میں اتارا اور یہ نبی کریمؐ کی بیویوں میں آخری بیوی ہے)

یہ وہی ابن عباسؓ ہیں جن کے لئے حضور اقدس ﷺ نے علم وحکمت کی دعا فرمائی تھی۔ اللهم علمه الكتب والحكمة ' اللهم فقههٔ فی الدين' (اے اللہ اس کو کتاب وحکمت (قرآن وحدیث) کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما)

اپنے محسن و مربی استاذی واستاذ العلماء امیر المومنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق قدس سرہٗ العزیز کا یہ معمول تھا کہ اپنے تلامذہ وفضلاء کے لئے خصوصیت سے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اساتذہ ومشائخ کے لئے مسنون یہی ہے کہ وہ اپنے تلامذہ اور شاگردوں کے لئے اِن الفاظ کے ساتھ دعا کیا کریں۔

الوسادة :

فاضطجعت فی عرض الوسادة ...... یعنی حضور اقدس ﷺ تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کے چوڑان پر سر رکھے ہوئے تھا۔ اس

Marfat.com

روایت میں حضرت میمونہؓ کے اضطجاع کا کوئی ذکر نہیں، مگر عادتِ شریفہ یہی ہے کہ زوجین کا اضطجاع ایک ساتھ ہوتا تھا' و وضع رأسه الشريف على طولها مع اهله ميمونة۔ (مواہب ص ۲۰۳) (اور حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک بمعہ اپنی اہلیہ حضرت میمونہؓ کے تکیہ کے طولانی حصہ پر رکھا)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں:

قاضی عیاضؒ وغیرہ حضرات نے بجائے تکیہ کے بستر ے کا ترجمہ فرمایا تھا، جب کہ لفظِ وسادہ کا اصل ترجمہ تکیہ ہی کا ہے اور تکیہ مراد لینے میں کوئی بُعد بھی نہیں، تو پھر بستر مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً تکیہ کی لمبائی پر حضور اقدس ﷺ سر مبارک رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور ابن عباسؓ تکیہ کی چوڑان پر سر رکھ کر یعنی قبلہ کی طرف سر کر کے لیٹ گئے۔ (خصائل)

متنِ حدیث کی تشریح:

حتی اذا انتصف الليل...... جب آدھی رات ہوئی، او قبله ای قبل انتصافه۔ (مناوی ج ۲ ص ۸۴) نصف رات یا اس سے قدرے قبل یا قدرے بعد میں، حضرت ابن عباسؓ وقت کے تعین میں شک کر رہے ہیں۔ فجعل يمسح النوم ...... نوم کی مسح عادةً ممکن نہیں، مراد أثر النوم ہے، لان النوم لايمسح۔ (مواہب ص ۲۰۳) اور وہ سستی' آنکھوں کی بندش اور طبعی فتور ہے۔

سوکر اُٹھتے وقت قرآن پڑھنا سنت ہے:

و قرأ العشر الآيات ...... آپؐ سے قرأتِ قرآن 'بعد النوم' ثابت ہوئی بظاہر اگر چہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان آیات کو بغیر وضو کے پڑھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی نوم ناقض وضو نہیں تھی۔ تاہم ظاہری صورت میں اس عمل سے بھی' اور دیگر روایات سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپؐ بغیر وضو کے بھی قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔

شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں کہ سوکر اٹھنے کے وقت کچھ نہ کچھ قرآن پڑھ لینا

Marfat.com

مسنون ہے کہ اس سے کسل زائل ہوتا ہے۔نشاط اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔عبادت کے لئے فرحت وانبساط کی انگیخت ہوتی ہے، بلکہ سورۃ آلِ عمران کی اِن آخری آیات کی تلاوت مستحب اور آپ ؐ سے ثابت ہے ۔ بل تنندب هذه الآيات بخصوصها عقب الانتباه (مواہب ص۲۰۳) (یعنی خواب سے بیداری کے بعد ان آیات کی تلاوت ایک مستحب عمل ہے)

شنّ کا معنی وتشریح :

الی شنّ ...... شنّ پرانی مشک کو کہتے ہیں،وهو قربة الخلق ۔(جمع ج ۲ص ۸۵) مواہب (۲۰۳) والے نے ''قربة بالية '' سے تعبیر کیا ہے، جو کسی موزون جگہ پر معلق تھی، لٹکی ہوئی تھی،لتبريد الماء اولحفظه (جمع ج۲ص ۸۵) (پانی کے محفوظ یا ٹھنڈا رکھنے کے لئے) فتوضأ منها میں ضمیر'' الشنّ'' کو راجع ہے،و تانيثه باعتبار المعنى۔ (جمع ج ۲ص ۸۵،ایضاً جمع ج۲ص ۸۶) (منها کی ضمیر مؤنث لفظ شنّ کو باعتبار معنیٰ کے راجع ہے) اور صحیح نسخے میں'' منه ''،ضمیر مذکر نقل ہوئی ہے۔وفی رواية فأطلق شناقها بكسر الشين خيط يشد به فم القربة ثم صب فی الجفنة ثم توضأ منها (مواہب ص۲۰۳) (اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا شِناق کھولا (یعنی وہ دھاگہ) جس کے ساتھ مشکیزہ کا منہ بندھا ہوا تھا) پھر ایک بڑے پیالہ میں پانی ڈال کر وضو فرمایا) فأحسن الوضوء ...... الخ ' ای اسبغه واکمله بأن أتى بواجباته و مندوباته ۔ (مواہب ص۲۰۳) (یعنی کامل وضو فرمایا یعنی واجبات سنن اور مستحبات سب بجالائے)۔

حضرت ابن عباسؓ کا حضور اقدس ﷺ کے پہلو میں قیام :

فقمت الى جنبه ...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں آپ ؐ کے پہلو میں کھڑا ہوا اور ایک روایت میں مزید تصریح ہے کہ " فقمت و توضأت فقمت عن يساره " (مواہب ص۲۰۳) (میں اٹھا اور وضو کر کے آپ ؐ کے بائیں طرف کھڑا ہوا) فوضع . حضور اقدس ﷺ نے اولاً میرے سر پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا، قيل و ضعها

Marfat.com

علیہ او لاً لیتمکن مِن اخذ الاذن او لانھا لم تقع الاعلیہ اولینزل برکتھا بہ لیحفظ جمیع افعالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک المقام وغیرہ (جمع ج۲ص۶)

(بعض حضرات نے کہا کہ آپؐ نے ہاتھ مبارک سر پر پہلے اس لئے رکھا تا کہ کان پکڑنے کی قدرت اورامکان ہو۔اوریا آپؐ کا ہاتھ پہلے سر ہی پر پڑا اوریا اس لئے کہ ہاتھ مبارک کی برکت سر پر نازل ہوتا کہ اس کی برکت سے آپؐ کے سب افعال اس جگہ کے بھی اور دوسرے مقامات کے بھی یاد ہوجاویں)

ففتلھا...... کان مروڑا ' وفی روایۃ الشیخین فاخذ باذنی فأدارنی عن یمینہ قیل و فتلھا اما لینبھہ علی مخالفۃ السنۃ او لیزداد تیقظہ لحفظ تلک الافعال او لیزیل ما عندہ من النعاس ۔(جمع ج۲ص۸۶) (بخاری اورمسلم کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے میرا کان پکڑکر مجھے دائیں جانب پھیردیا۔

بعض حضرات نے کہا کہ حضور ﷺ نے اس کے کان کو یا تو اس لئے مروڑا کہ اس کو سنت (دائین کھڑنا) کی مخالفت پر تنبیہ ہوجائے یا پھراس لئے کہ اعمال نبوی ﷺ کی محافظت پر بیدار مغزی ہوجائے یا پھراس لئے کہ اس کی اونگھ وغیرہ کو دور کرنا مقصود تھا) او استعطافاً للصبی المحتاج الی العطف فی مقام العبادۃ او ازعاجاً و تھییجاً و تحریضاً لہ علی قیام اللیل و تعلم الدین ۔(مناوی ج۲ص۸۶) (اوریا پھر مقامِ عبادت میں بوجہ کم سنی کے اس کے ساتھ نرمی محبت کا معاملہ کیا گیا یا اس کو دین کے سیکھنے اور تہجد کے اہتمام کرنے پر تحریص اورابھارنا مقصود تھا) یہ فتل کوئی فعل کثیر نہیں ہے، کہ اسے مفسدِ صلوٰۃ قرار دیا جاسکے۔

گوشمالی کا ایک اور واقعہ :

و قد قیل إن المعلم اذا فتل أذن المتعلم کان أذکی لفھمہ قال الربیع رکب الشافعی یوماً فلصقت بسرجہ فجعل یفتل أذنی فأعظمت ذلک حتی وجدتہ عن ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ بہ فعلمت أن الامام لایفعل شیئا الاعن اصلٍ (مواھب ص۲۰۳ومناوی ج۲ص۸۶) (کہا جاتا ہے کہ جب استاد شاگرد کا کان مروڑتا

Marfat.com

ہے تو یہ اس کی ذکاوت علمی کا سبب بن جاتا ہے امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے شیخ واستاذ امام شافعیؒ سوار ہوئے تو میں بھی سواری کی زین پر اس کے ساتھ چمٹ پڑا شیخؒ نے میرا کان مروڑنا شروع کیا تو یہ مجھے بڑا بھاری معلوم ہوا تا آنکہ ابن عباسؓ کی روایت سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ نے بھی ان کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا تھا تب معلوم ہوا کہ حضرت شیخؒ اور استاد کوئی بات بھی بغیر اس کی اصل اور بنیاد کے نہیں کیا کرتے)

اخذِ مسائل :

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تسویۃ الصفوف امام کی ذمہ داری ہے۔ شارحینِ حدیث اور فقہاء اس سے یہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ اگر نماز میں کسی فعلِ تحریمی کا ازالہ کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص سے نماز میں ٹوپی گر جاتی ہے تو وہ اسے سر پر رکھ سکتا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ امرِ معروف بفعل قلیل نماز میں جائز ہے۔ رات کو نماز کے بعد وتر پڑھنا افضل ہے۔ یہ کہ مؤذن کو مستحب ہے کہ اگر امام گھر میں ہو اور نماز تیار ہو تو اسے اعلام کرے۔ صبح کی سنتیں ہلکی پھلکی پڑھنا مسنون ہیں۔ صبح کی سنتیں گھر میں ادا کرنا بہتر ہیں (مناوی ج ۲ ص ۸۶) وفیہ انہ یسن للمقتدی الفذّ الوقوف عن یمین الامام فان وقف عن یسارہ حولہ ندبا و ان الفعل القلیل لا یضر بل قد یسن اذا کان لمصلحۃ و ان الامر بالمعروف مشروع حتی فی الصلواۃ، وجواز صلوٰۃ الفرض بوضوء النفل و انّ الممیز کالبالغ جماعۃ و موقفا و ان النفل یفعل جماعۃ. (مناوی ج ۲ ص ۸۶) (حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہا ایک مقتدی کو امام کے دائیں کھڑا ہونا مسنون ہے اگر وہ بائیں کھڑا ہوا تو اس کو استحباباً امام دائیں جانب پھیر سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل قلیل نماز کے لئے مضر نہیں بلکہ کبھی مصلحت کی بناء پر مسنون بھی ہے اور یہ کہ امر بالمعروف ایک حکم شرعی ہے چاہے نماز میں بھی ہو نفل نماز کے لئے کیے ہوئے وضو سے فرض نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور سمجھ دار لڑکے کا حکم جماعت کرنے کی صورت میں بالغ مرد جیسا ہے اور یہ کہ نفل بھی (بلغیر تداعی) کے جماعت کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں) یؤخذ منہ حذق ابن عباس مذ کان طفلاً و مراقبتہ احوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العبادات والعادات (مواھب ص ۲۰۴)

Marfat.com

حدیث پاک سے حضرت ابن عباسؓ کی لڑکپن ہی سے عقلمندی، دانائی اور نبی کریم ﷺ کی عبادات اور خصائل کی کھوج وکرید کرنا معلوم ہورہا ہے) جب مقتدی ایک ہو تو مسنون ہے کہ وہ امام کے دائیں جانب رہے۔ السنة من وقوف المأموم الواحد عن یمین امام (مواہب ص ۲۰۳) فصلّی رکعتن ...... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو دو رکعت پر سلام سنت ہے اگرچہ آپؐ سے چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی ثابت ہے، لاول اصح واشھر (مواہب ص ۲۰۴) (اور پہلا عمل (دو دو رکعت والا) زیادہ صحیح اور مشہور ہے)

نوافل بالجماعۃ کا حکم:

ملا علی قاریؒ حضرت ابن عباسؓ کے حضورؐ کے پیچھے نوافل پڑھنے کے واقعہ کے ضمن میں لکھتے ہیں وان الجماعة فی غیر المکتوبات جائزة ...... اقول و قد صرح فی الفروع باتفاق الفقھاء بکراھیة الجماعة فی النوافل اذا کان سوی الامام اربعة قال فی الکافی ان التطوع بالجماعة انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی و اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکرہ و ان اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیہ و ان اقتدی اربعة بواحد کرہ اتفاقا و اما ماذکرہ فی شرح النقایة من جواز الجماعة فی النوافل مطلقا نقلاً عن المحیط و کذا ما ذکر فی الفتاویٰ الصوفیة و نحوھما فمحمول علی ان المراد بالجواز الصحة وھی لاتنافی الکراھة واللہ اعلم ۔(جمع ج۲ ص۸۶) (بے شک جماعت کرنا غیر فرائض میں بھی جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء نے نوافل میں جماعت جبکہ امام کے علاوہ چار آدمی ہوں مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ الکافی میں ہے کہ نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ ہے جب کہ علی سبیل التداعی کے ہو۔ لیکن اگر ایک یا دو اشخاص کسی ایک امام کے پیچھے اقتداء کرلیں تو پھر مکروہ نہیں اور اگر تین آدمیوں نے اقتداء کرلی تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے البتہ اگر چار آدمیوں نے ایک امام کے پیچھے اقتداء کی تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور وہ جو شرح نقایہ میں محیط سے نقل کرکے یہ مذکور ہے کہ نوافل میں مطلقاً جماعت جائز ہے اور اسی طرح فتاویٰ صوفیہ وغیرہ میں بھی اس کا جواز منقول ہے تو

Marfat.com

فقہاء کرام اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں جواز سے مراد نوافل کی جماعت کا محض صحیح ہونا ہے اور یہ کراہت کے منافی نہیں)

تعدادِ وتر :

ثم اوتر ' پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھے۔ اس روایت میں تیرہ (١٣) رکعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اولاً دو رکعت تحیۃ الوضوء' آٹھ رکعت تہجد' پھر تین وتر ادا فرمائے۔ آپؐ سے مختلف روایات میں وتروں کی ادائیگی کے مختلف طریقے منقول ہیں۔ بخاری میں اوتر بثلاث 'اوتر بخمس ' اوتر باحدیٰ عشر ' اوتر بثلث عشر (کہ تین وتر ادا کیے پانچ وتر پڑھے گیارہ وتر ادا کیے تیرہ وتر پڑھے) کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں۔ مسلم ج ا ص ٢٥٦' نسائی ج ا ص ٢٤٨ مسند اسحاق ج ٣ ص ٧٠٦ کی روایات کے مطابق احناف کا مسلک یہ ہے کہ وتروں کی تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ادا کی جائیں اور یہی آپؐ کا طریقہ تھا۔ امام شافعیؒ کا مسلک دو سلاموں کے ساتھ تین رکعت' امام مالکؒ کے نزدیک ایک سلام کے ساتھ تین رکعت اور دو سلام کے ساتھ تین رکعت پڑھنا بھی درست ہے، مگر اولیٰ و راجح احناف کا مسلک ہے کہ دو' دو رکعت تہجد پڑھنا معمول بنالیا جائے، جب صبح کے ظہور کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت بڑھا کر وتر بنالو۔ ثم اعلم ان اباحنیفة قال یتعین الوتر ثلاثا موصولة محتجا بان الصحابة اجمعوا علی ان ھذا حسن جائز واختلفوا فیما زاد او نقص فاخذ بالمجمع علیه و ترک المختلف فیه (جمع ج٢ ص٩٠) (معلوم ہونا چاہئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر تین رکعت یکجا متعین ہیں وہ دلیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے ان تین پر اجماع کیا ہے اور کہا کہ یہ جائز اور حسن ہے اور تین سے زائد اور کم میں صحابہؓ کا اختلاف ہے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے متفق علیہ کو لیا اور مختلف فیہ کو چھوڑ دیا)

اوقاتِ وتر :

حضور ﷺ اکثر اوقات وتر آخری شب میں پڑھتے تھے۔ البتہ حسبِ ضرورت اوّل شب یعنی بعد العشاء اور کبھی وسط شب میں بھی پڑھے ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں' و

Marfat.com

وتره صلی اللّٰه علیه وسلم آخر اللیل هو الاغلب بناء علی انه الافضل والاکمل و الّا ففی الصحیحین و غیرهما عن عائشةؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اوتر من کل اللیل من اوّله و اوسطه و آخره والمراد باوّله بعد صلاة العشاء و لعل اختلاف هذه الاوقات علی ما وردت به الروایات لاختلاف الاحوال والاعذار فایتاره اوله لعله کان لمرض و اوسطه لعله کان لسفر ۔(جمع ج۲ص۸۷)(حضور ﷺ کا اکثر معمول وتر کو رات کے آخری حصہ میں پڑھنے کا تھا کیونکہ یہی وقت حضورؐ کے نزدیک پڑھنے کے لئے افضل واکمل تھا۔ ورنہ دوسرے اوقات میں بھی پڑھے ہیں بخاری ومسلم وغیرہما میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے رات کے سب حصوں (یعنی شروع رات درمیان اور آخری حصہ میں) میں وتر پڑھے ہیں اور اول شب سے مراد عشاء کی نماز کے بعد پڑھنا ہے۔ اور حضور ﷺ کا مختلف اوقات میں وتر پڑھنا اعذار اور احوال کے اِختلاف کی وجہ سے تھا جیسے کہ روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں تو شروع رات میں پڑھنا شاید بیماری کے سبب اور درمیانی رات میں پڑھنا شاید سفر وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہوگا)

ثم اضطجع ...... 'اضطجع سے مراد لیٹنا اور قدرے استراحت ہے تا کہ قیام لیل کا تعب' تھکاوٹ کا ازالہ ہو اور صبح کی نماز میں خوب نشاط حاصل ہو۔ کسی رنجیدگی یا بے چینی کی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا تھا امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صبح کی دوسنتوں کے بعد لیٹنا بھی اسی طرح مستحب ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ قال میرک المراد بالاضطجاع منه صلی اللّٰه علیه وسلم بعد التهجد للاستراحة لیزول عنه تعب قیام اللیل فیصلی فریضة الصبح بنشاط ولم یکن به ملالة قال النووی و یستحب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر ایضاً (جمع ج۲ص۸۶)

(۲۵۶/۶) حَدَّثَنَا اَبُو کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَکِیعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِی جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ ثَلَاثَ عَشَرَ رَکْعَةً .

Marfat.com

ترجمہ : ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو کریب محمد بن علاء نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت وکیع سے سُنی۔انہوں نے شعبہ سے اور انہوں نے ابی جمرہ سے روایت کی۔اُنہوں نے یہ حدیث عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تہجد (مع وتر کبھی) تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

راوی حدیث (۵۲۸) ابوجمرةؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیل وتشریح اس سے قبل روایت میں عرض کردی گئی ہے۔ یصلی من اللیل میں کلمہ مِن ابتدائیہ ہے۔ من قبیل اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وصمت من یوم الجمعة۔ (مناوی ج۲ص۸۷) جیسے کہ ان دو مثالوں میں کلمہ من ابتدائیہ ہے) صاحبِ قاموس کہتے ہیں کہ مِن بمعنی فی کے ہے اور مثال دیتے ہیں، اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة۔(جیسے کہ اس آیت میں بھی من بمعنیٰ فی کے ہے) ثلاث عشر رکعة یعنی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، بعض علماء نے ان میں صبح کی دو سنتیں شمار کی ہیں۔اس صورت میں آٹھ رکعتیں تہجد کی ہوئیں۔(خصائل)

(۲۵۷/۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ اَبِیْ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِکَ النَّوْمُ اَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰی مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوعوانہ نے بیان کیا۔اُن کو یہ روایت قتادة نے زرارة ابی اوفیٰ سے سُن کر بیان کی انہوں نے یہ روایت سعد بن ہشام سے اور انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب کبھی کسی عارض کی وجہ سے رات کو تہجد نہیں پڑھ سکتے تھے، تو دن میں (چاشت کے وقت) بارہ (۱۲) رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

راویانِ حدیث (۵۲۹) زرارہ ابی اوفیؒ اور (۵۳۰) سعد بن ہشامؒ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ اُوتقسیم کے لئے ہے یا تردید کے لئے :

کان اذا لم یصل باللیل' (آپؐ جب رات کو نماز نہ پڑھ لیتے) مراد تہجد اور وتر ہے 'صلی من النھار' (تو دن کو پڑھ لیا کرتے) اذا کا جواب ہے اور منعه من ذلک النوم أو غلبته عیناہ (کہ آپؐ کو اس سے یا تو نیند روک دیتی تھی یا آنکھیں غالب ہو جاتی تھیں) سے مراد کیا ہے؟ علامہ شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں' فالمقصود به بیان سبب عدم صلاته فی اللیل و أوللشک من الراوی أو للتقسیم و الفرق بینھما ان الأول محمول علی ما إذا أراد النوم مع امکانِ ترکه اختیارا و الثانی محمول علی ما اذا غلبه النوم بحیث لایستطیع دفعه ۔(مواہب ص ۲۰۴) (دراصل اس سے مقصود آپؐ کا رات کو نمازِ تہجد نہ پڑھنے کے سبب کا بیان ہے اور اس میں لفظ او شک راوی کے لئے ہے یا تقسیم کے لئے اور ان دونوں میں فرق یہ ہوگا کہ پہلی صورت کا محمل یہ ہو کہ آپؐ نیند کا ارادہ تو قصداً کرلیں اور اس کے ترک کا صرف امکان ہو اور دوسری صورت کا محمل یہ ہو کہ آپؐ پر نیند کا قدرتی طور پر ایسا غلبہ ہو کہ اس کے دفع اور روکنے کی استطاعت نہ ہو)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں...... اگر حضور اکرم ﷺ پر تہجد فرض تھا تو قضا ظاہر ہے اور اگر فرض نہیں تھا' تب بیانِ افضلیت کے لئے قضا فرماتے تھے۔ مسلم شریف میں حضرت عمرؓ کی روایت سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی وارد ہے کہ جو شخص اپنا ورد اور معمول رات کو پورا نہ کرسکے، اس کو چاہئیے کہ صبح کے بعد سے دو پہر تک کسی وقت پورا کرلے ۔ یہ ایسا ہی ہے گویا رات ہی کو پورا کرلیا۔ جیسے علامہ بیجوریؒ نے مواہب میں اسی طرح نقل فرمایا ہے عن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من نامه عن حزبه من اللیل أو عن شئی منه فقرأہ مابین صلاۃ الفجر وصلاۃ الظھر کان کمن قرأہ من اللیل ۔(مواہب ص ۲۰۵) اسی سے مشائخِ سلوک کا یہ معمول ماخوذ ہے کہ ذکر وغیرہ اگر رات کو پورا نہ کرسکے تو صبح کے وقت اس کو پورا کرلے۔ وقت گزر جانے کی وجہ

سے بالکل ترک نہ کردے کہ پھر نفس اس کا عادی ہو جاتا ہے۔

استنباطِ مسائل :

وفیہ دلیل علی جواز قضاء النافلة بل علی استحبابه لئلا تعتاد النفس بالترک و علی ان صلواة اللیل ثنتا عشرة رکعة کما هو المختار عندابی حنیفة ۔(جمع ج ۲ ص ۸۸) (اوراس میں نوافل کی قضاء کا جواز بلکہ مستحب ہونے کی دلیل ہے تاکہ نفس ان کے ترک کا عادی نہ بن جائے اور حدیث تہجد کا بارہ رکعت ہونا بھی معلوم ہو رہا ہے جیسے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول مختار یہی ہے)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضور ﷺ جب یہ صلوٰۃ اللیل دن کو پڑھتے تھے تو وتر اول اللیل بعد العشاء پڑھے ہوتے تھے۔ جیسے کہ مسلم کی روایت میں ہے' کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا نام من اللیل من وجع اوغیرہ فلم یقم من اللیل صلی ثنتی عشرة ...... و هذا فیه تنبیه علی انه کان یقلم وتره فی اول اللیل ۔(جمع ج ۲ ص ۸۸) کہ جب کبھی نبی کریم ﷺ رات کو درد وغیرہ کی وجہ سے سو جاتے اور پھر تہجد کے لئے نہ اٹھتے تو پھر دن کو بارہ رکعت پڑھ لیا کرتے اس میں تنبیہ ہے کہ اس رات آپؐ وتر شروع رات میں بعد العشاء تہجد سے پہلے پڑھ لیا کرتے)

علامہ ابن قیمؒ نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ حضر اور سفر میں ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے، اس لئے دن کو بارہ رکعت اس وقت پڑھتے تھے، جب کوئی عارضہ پیش ہو جاتا تھا، فرماتے ہیں، ولم یکن صلی اللہ علیه وسلم یدع قیام اللیل حضرا ولاسفرا و کان اذا غلبه النوم او وجع صلی من النهار ثنتی عشرة رکعة ۔(زادالمعاد ج ۱ ص ۱۰۸) (اور آپؐ سفر اور حضر میں تہجد نہیں چھوڑا کرتے اور جب کبھی آپؐ پر نیند کا غلبہ یا کوئی درد وغیرہ ہوتا (اور رات کو تہجد نہ پڑھ لیتے) تو پھر دن کو بارہ رکعت پڑھ لیتے تھے)

(۲۵۸/۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ یَعْنِیْ ابْنَ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ

Marfat.com

مِنَ اللَّيلِ فَلْيَفْتَحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن علاء نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواُسامہ نے ہشام یعنی ابن حسان کے واسطہ سے، اُنہوں نے یہ روایت محمد بن سیرین سے روایت کی اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب رات کو تہجد کے لئے اُٹھو تو شروع میں اول دو مختصر رکعتین پڑھ لو۔

آغاز میں رکعتین میں تخفیف کی حکمت :

قال اذا قام ...... شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ، افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین خفیفتین ' للتنشیط والدخول فی الصلاۃ بعد ذلک بیقظۃ تامۃ (اتحافات ص ۳۱۵) (تہجد کو دو مختصر اور ہلکی رکعتوں سے شروع میں طبیعت کو چست اور ہشاش بشاش بنانا مقصود تھا تاکہ اس کے بعد کی نماز میں پوری بیداری اور چستی سے لگا رہے)

ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں : تاکہ شروع ہی سے طویل رکعتیں شروع کرنے سے تکان نہ ہو جائے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ہوتی تھیں اور تحیۃ الوضو کا مختصر پڑھنا اولیٰ ہے۔ اس لئے ان کو مختصر پڑھنے کا ارشاد ہے اور حضور اکرم ﷺ بھی مختصر پڑھتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں ایک لطیف بات لکھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں تین گرہیں جادوگر کی طرح لگاتا ہے، جن میں یہ افسوں ہوتا ہے کہ ابھی تو رات بہت ہے اور سوتا رہوں، جب آدمی اُٹھ کر اللہ پاک کا نام لیتا ہے یعنی کوئی دعا وغیرہ پڑھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھلتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری کھلتی ہے۔ چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری گرہ نماز پڑھنے پر کھلتی ہے اس لئے دو رکعت مختصر طور پر پڑھنے کا حکم ہے، تاکہ وہ تیسری گرہ بھی کھل جائے اور پھر ساری نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہونے کے بعد پڑھی جائے۔ نبی کریم ﷺ شیطان کے تسلّط سے گو محفوظ تھے، مگر حضور اکرم ﷺ کا معمول امت کی

Marfat.com

تعلیم کے لحاظ سے ایسے امور کی رعایت فرمانے کا تھا، جن کی اُمت کو احتیاج ہو، اس لئے نبی کریم ﷺ بھی بسا اوقات ان مختصر رکعتوں کو پڑھتے تھے، جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، والحکمة فیه تهوین الامر علی النفس ابتداء لحصول النشاط والارشاد الی ان من شرع فی شئی فلیکن قلیلا قلیلاً حتی یتعود نفسه بالعمل علی التدریج فیکون الشروع فی بقیة عمله بالنشاط و اتمامه علی الوجه الاکمل ثم فی الحدیث اشعار بانه لاینبغی ان یقتصر فی صلاة اللیل علی رکعتین الا عند الضرورة ۔(جمع ج۲ص۸۸) (اوران (دو مختصر رکعتوں کے پڑھنے میں) حکمت یہ ہے کہ نفس میں چستی پیدا کرنے کے لئے ابتداء میں کچھ نرمی اور آسانی کی جائے اور اس میں امت کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کو شروع کرنا چاہے تو ابتداء میں تھوڑا تھوڑا کرے تا کہ نفس کو تدریجاً اس عمل کا عادی بنا کر بقیہ اعمال کو چستی اور کامل طریقہ پر پورا کرنے کے لئے امادہ کیا جا سکے پھر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ انسان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تہجد بلا ضرورت اور عذر کے صرف دو رکعتیں ہی پڑھے)

(۲۵۹/۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ (ح) وَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسِ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهٗ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِنِ الْجُهَنِىِّ اَنَّهٗ قَالَ لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهٗ اَوْفُسْطَاطَهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

Marfat.com

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے مالک بن انس کے واسطہ سے یہ حدیث بیان کی (ح) ہمارے پاس اسے اسحٰق بن موسیٰ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت معن نے بیان کی۔ اُن کو یہ روایت مالک نے عبداللہ بن ابی بکر کے واسطہ سے بیان کی اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی کہ عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے اُن کو زید بن خالد جہنی کے حوالہ سے خبر دی۔ حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ ارادہ کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی نماز کو آج غور سے دیکھوں گا۔ میں آپؐ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ گیا (تاکہ غور سے دیکھتا رہوں) حضور اقدس ﷺ نے اول دو مختصر رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد طویل طویل طویل رکعتیں پڑھیں (تین دفعہ طویل کا لفظ اس کے زیادتی طول بیان کرنے کے لئے فرمایا) پھر ان سے مختصر دو رکعتیں دو رکعتیں، پھر وتر پڑھے، یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں۔

راویان حدیث (۵۳۱) عبداللہ بن ابی بکرؒ (۵۳۲) ابیہؒ (۵۳۳) عبداللہ بن قیس بن مخرمہؒ اور (۵۳۴) زید بن الخالد الجہنیؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت خالدؓ کا تجسُّس واشتیاق :

أنه قال لأرمقنّ صلاة رسول الله ﷺ ہ رمق یرمق رمقاً باب نصر سے ہے **الرمق هو النظر الى الشئى على وجه المراقبة و المحافظة** ۔ (مواہب ص ۲۰۵) (اس کا معنیٰ کسی چیز کو پورے تأمل اور گہری نظر سے محافظت کے لئے دیکھنا) **و مزيد التأمل** (اتحافات ص ۳۱۶) پھر اسے لام تاکید اور نونِ تاکید ثقیلہ سے موکد کر دیا گیا ہے...... **مبالغة فى طلب تحصيل معرفة ذلك و ضبطه** ۔ (مواہب ص ۲۰۵) ((حضورؐ کی رات کی نماز کو) معلوم اور ضبط کرنے کی طلب اور تحقیق میں مبالغہ کرنا مقصود ہے) یہاں بجائے ماضی کے ''لا رمقن'' مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ یہ ماضی سے عدول مضارع کی طرف بوجہ اس حالت کے استحضار کے ہے یا مقصد یہ ہے کہ میں اب گویا آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ واقعہ آج کی طرح مجھے یاد ہے۔ گویا تیقظ میں مبالغہ ہوا۔

Marfat.com

عتبۃ اور فسطاط کا معنیٰ :

فتوسدت عتبته أو فسطاطه! دروازے کے اوپر نیچے والی لکڑیوں کو عتبہ کہتے ہیں ۔دروازے کی چوبوں کو لزاز کہتے ہیں۔ اس کی جمع لُزَّۃ آتی ہے۔ ای جعلت العتبة العالية وسادة لی ۔(اتحافات ص ۳۱۶) "فسطاط" خیمے ڈیرے اور شہر کو کہتے ہیں۔ لفظِ أو شک کے لئے ہے اور فسطاط سے قبل مضاف محذوف ہے۔ ای عتبة فسطاطه ۔(مواہب ص ۲۰۵) یہ راوی کو شک ہے کہ استاذ نے عتبة کہا تھا یا فسطاط یعنی مکان کی چوکھٹ یا خیمہ کی چوکھٹ ۔ یہ حضراتِ محدثین کا کمالِ احتیاط ہوتا ہے کہ جس لفظ میں انہیں ذرا بھی تردد ہوا کرتا ہے، اس کو ظاہر کردیتے ہیں، مگر یہاں متبادر یہی ہے کہ "عتبة فسطاط" یعنی خیمہ کی چوکھٹ مراد ہے۔ یہ قصہ بھی کسی سفر کا ہے کہ حضر یعنی مدینہ منورہ میں آپ ؐ کا قیام زنانہ مکان میں ہوا کرتا تھا۔ وہاں ازواجِ طاہرات ہوا کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت خالدؓ کو وہاں دیکھنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا اور سفر میں جب آپ کے ساتھ ازواجِ طاہرات نہیں ہوتی تھیں، تو حضرت خالدؓ کے لئے اس تجسس واشتیاق کی تکمیل آسان تھی۔

فانه (السفر) خال عن الازواج الطاهرات فيمكنه ان يتوسد عتبة فسطاطه و المراد بعتبة الفسطاط بابه ای محل دخوله و الفسطاط بيت من شعر و قيل خيمة عظيمة و يطلق على مصر العتيقة و كل مدينة جامعة و المرادهنا الاوّل ، وفيه عشر لغات فسطاط (بطائين) مع سكون السين أو تشديدها و فستات (بتائين) مع سكون السين و فستاط (بتاء ثم طاء) و فسّاط (بسين مشدّدة ثم طاء) فهذه خمسة كل بضم الاول و كسره فتلك عشرة كاملة ۔(مواہب ص ۲۰۵) (چونکہ حضور ﷺ کے ساتھ اس سفر میں ازواج مطہرات نہیں تھیں تو حضرت خالدؓ کے لئے یہ ممکن ہوا کہ (آپ ؐ کے حالات معلوم کرنے کے لئے) خیمہ کے چوکھٹ پر تکیہ لگائے عتبۃ الفسطاط سے مراد خیمہ میں داخل ہونے کی جگہ اور محل مراد ہے فسطاط کا معنیٰ بالوں سے بنا ہوا خیمہ اور بعض کہتے ہیں کہ بڑا خیمہ اسی طرح اس کا اطلاق پرانے شہر یا ہر بڑے شہر پر بھی ہوتا ہے اور یہاں مراد پہلا معنیٰ ہے لفظ فسطاط کے تلفظ میں دس لغات ہیں (۱) فسطاط

Marfat.com

دوطاء اور سین کے سکون کے ساتھ (۲) فَسّطاط دوطاء اور سین مشدد کے ساتھ (۳) فُستات دوتاء سین ساکن کے ساتھ (۴) فستاط پہلے ایک تاء اور پھر طاء کے ساتھ (۵) فُسّاط پہلے سین مشددہ پھر طاء کے ساتھ۔ یہ تو پانچ صورتیں ہوئیں ان میں سے ہر ایک کو ضم اول (فا) کے ساتھ یا کسرہ اول (فا) کے ساتھ)

تعدادِ رکعات وتوجیہات :

جو لوگ وتر کی ایک رکعت ہونے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک چھے مرتبہ دو دو رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کل تیرہ ہوئیں، اور جن کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں، ان کے نزدیک کل پندرہ (۱۵) رکعتیں ہوئیں۔ تیرہ رکعتیں فرمانا اس بناء پر ہے کہ تحیۃ الوضوء شروع کی، دو رکعت اس میں شمار نہیں کی گئیں۔ بعض روایتوں میں، پھر ان سے مختصر دو رکعت پڑھیں، یہ لفظ بجائے چار مرتبہ ان کے تین مرتبہ ہے۔ اس صورت میں تحیۃ الوضوء کی دو خفیف رکعتیں جو شروع میں وارد ہوئی ہیں، ان کے باوجود دس رکعت نوافل ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں لامحالہ وتر کو تین ہی رکعت ماننا پڑے گا۔ ایک رکعت ماننے کی صورت میں تیرہ رکعت کا عدد پورا نہ ہوگا۔ (خصائل)

(۲۶۰/۱۰) حَدَّثَنَا اِسۡحٰقُ بۡنُ مُوۡسٰی حَدَّثَنَا مَعۡنٌ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَنۡ سَعِیۡدِ بۡنِ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡمَقۡبُرِیِّ عَنۡ اَبِیۡ سَلَمَةَ بۡنِ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ اَنَّهٗ اَخۡبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ کَیۡفَ کَانَ صَلٰوةُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فِیۡ رَمَضَانَ فَقَالَتۡ مَا کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ لِیَزِیۡدُ فِیۡ رَمَضَانَ وَلَا فِیۡ غَیۡرِهٖ عَلٰی اِحۡدٰی عَشۡرَةَ رَکۡعَةً یُصَلِّیۡ اَرۡبَعًا لَاتَسۡاَلۡ عَنۡ حُسۡنِهِنَّ وَ طُوۡلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیۡ اَرۡبَعًا لَاتَسۡئَلۡ عَنۡ حُسۡنِهِنَّ وَطُوۡلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیۡ ثَلَاثًا قَالَتۡ عَائِشَةُ قُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبۡلَ اَنۡ تُوۡتِرَ قَالَ یَا عَائِشَةُ اِنَّ عَیۡنَیَّ تَنَامَانِ وَ لَایَنَامُ قَلۡبِیۡ.

ترجمہ : امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن موسٰی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے معن نے بیان کیا۔ ان کو مالک نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت

Marfat.com

سعید بن ابی سعید مقبری سے نقل کی، جنہوں نے اسے ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا ۔ابوسلمہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ حضورِ اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (گویا آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر' چنانچہ خود اس کی تفصیل فرماتی ہیں) کہ اول چار رکعت پڑھتے تھے۔ نہ یہ پوچھ کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں اور کس عمدگی کے ساتھ بہترین حالت یعنی خشوع وخضوع سے پڑھی جاتی تھیں، پھر اسی طرح پھر چار رکعت اور پڑھتے تھے ،ان کی لمبائی اور عمدگی کا حال کچھ نہ پوچھو' پھر تین رکعت پڑھتے تھے یعنی وتر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔

تہجد میں تعدادِ رکعات :

اس حدیث میں چند ضروری مباحث ہیں، جن میں سے دو ذکر کیے جاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی گیارہ رکعت سے زیادہ کی نفی فرماتے ہیں، حالانکہ حضرت ابن عباسؓ زید بن خالدؓ وغیرہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے تیرہ ثابت ہیں بلکہ بعض روایات میں تیرہ سے زیادہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں خود حضرت عائشہؓ نے عبد اللہ بن ابی قیس کے سوال پر حضور اکرم ﷺ کی شب کی نماز کی رکعات یہ گنوائی ہیں کہ چار اور تین اور چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین جو تیرہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے بھی تیرہ رکعتیں نقل کی گئی ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور مؤطا امام مالکؒ کی روایت ہے۔عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلى اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين یعنی حضور اکرم ﷺ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔اس کے بعد صبح کی اذان پر دو

Marfat.com

رکعت صبح کی سنتیں پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے تو اس اختلاف کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتیں تہجد کی رکعات کے بارے میں مضطرب ہیں۔ یعنی ضعیف ہیں، لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اس میں کیا اشکال ہے کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی ان سے کم وبیش بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہوں، جیسا کہ دوسری روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ و قد حاول القاضی عیاض ان یجمع بین احادیث روایتها فقال و یجمع بین احادیثها بأنها تکون قد اخبرت باحدی عشر عن غالب امره ' و بباقی الروایات عما یقع فی حاله صلی اللّٰه علیه وسلم نادرا بضیق الوقت و اتساعه ' او تطویل القراء ۃ و قصرها و ماشا به ذلک۔ (اتحافات ص ۳۱۷)

(چنانچہ صاحبِ اتحافات لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ نے تہجد کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی مختلف روایات کی تطبیق وتوجیہ یہ فرمائی کہ گیارہ رکعات کی روایات کو تو حضور ﷺ کے عام اور اکثر معمول پر حمل کیا جائے اور باقی روایات جو گیارہ سے کم وبیش کی ہیں ان کو حضور ﷺ کے مختلف احوال واوقات پر محمول کیا جائے یعنی تنگی اور وسعتِ وقت کے لحاظ سے یا پھر طولِ قراءت اور مختصر قراءت کی بنا پر یا اسی قسم کے دوسرے ان کے مشابہ حالات کی وجہ سے) علامہ ملا قاریؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں، والصواب ان ما ذکرته من ذلک محمول علی اوقات متعددة واحوال مختلفة بحسب النشاط وبیان الجواز وسیعلم مما سیاتی انه کان تارة یصلی قائما و هو الاغلب و تارة جالسا ثم قبل الرکوع یقوم (جمع ج ۲ ص ۹۰) (اور صحیح بات یہ ہے کہ جو حضرت عائشہؓ نے مختلف روایات ذکر کی ہیں دراصل وہ مختلف اوقات وحالات کی بناء پر محمول ہیں مثلاً طبیعت میں نشاط ہونا یا پھر بیانِ جواز کے لئے یا دوسرے وجوہ کی وجہ سے اور عنقریب یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ ؐ کبھی کھڑے ہو کر نمازِ تہجد پڑھتے اور یہی اکثر اور غالب معمول ہوتا تھا اور کبھی بیٹھ کر لیکن پھر رکوع کرنے سے پہلے کھڑے ہو جاتے تھے) اس سلسلہ میں علامہ ابن قیمؒ سے یہ منقول ہے کہ وصلوٰته باللیل ثلاثة انواع احدها و هو اکثرها صلاته

Marfat.com

قائماً الثانی انه کان یصلی قاعدا ویرکع قاعداً الثالث انه کان یقرأ قاعداً فاذا بقی یسیر من قراء ته قام فرکع قائما والانواع الثلاثۃ صحت عنه ۔(زادالمعادج اص ۱۱۰)(کہ آپؐ کی تہجد کی نماز کی تین صورتیں تھیں (۱) کھڑے ہوکر نماز پڑھتے اور یہی اکثراوقات میں ہوا کرتی ۔(۲) کہ نماز بھی بیٹھ کر اور اس کے رکوع بھی بیٹھ کر کیا کرتے (۳) کہ نماز کی قراءت تو بیٹھ کر فرماتے لیکن جب تھوڑی قراءت رہ جاتی تو پھر کھڑے ہو جاتے اور کھڑے سے رکوع میں چلے جاتے اور تینوں صورتیں آپؐ سے منقول ہیں) ۔

آٹھ رکعت تراویح کا استدلال صحیح نہیں :

دوسری بحث یہ ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے یہ بھی مسئلہ نکالتے ہیں کہ تراویح بھی آٹھ رکعت ہے، حالانکہ اس روایت سے تہجد کا صرف آٹھ رکعت ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا، چہ جائیکہ تراویح ۔اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں ۔صلوٰۃ اللیل کے لفظی معنی رات کی نماز کے ہیں ،لیکن اس سے مراد اور قرینہ تہجد کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا ۔اس لئے کہ اس سے اگر رات کی ہر نماز مراد لی جائے تو تراویح کے ساتھ مغرب اور عشاء کے فرض اور ان کی سنتیں سب ہی خارج ہو جائیں گے، جن کو کوئی بھی نہیں نکال سکتا ۔

حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے :

غرض اس حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے، وہی پوچھنے کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ رمضان المبارک میں زیادتی عبادت کی تھی ، جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے ۔اس لئے ابوسلمہ کو خیال آیا کہ شاید تہجد کے عددِ رکعت میں بھی کچھ اضافہ فرماتے ہوں ۔اس لئے پوچھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی نفی فرمادی ، کبھی نہیں ہوتی تھیں ، اس لئے کہ تیرہ رکعات تک خود حضرت عائشہؓ سے ثابت ہو چکا ہے ۔ تراویح کے بارے میں حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مفصل رسالہ الرای النجیح اردو میں شائع شدہ ہے، جس کا دل چاہے اسے دیکھ لے ۔مختصر امر یہ ہے کہ احادیث میں تہجد کو صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا

Marfat.com

ہے اور تراویح کو قیامِ رمضان (رمضان کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

قیامِ رمضان سے مراد تراویح ہیں :

متعدد علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیامِ رمضان سے تراویح مراد ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قیامِ رمضان کا بہت اہتمام تھا۔ متعدد احادیث میں قولاً اور فعلاً اس کی اہمیت وارد ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان اور ثواب کی اُمید کے ساتھ قیام رمضان کرے، اس نے جتنے بھی گناہ کیے ہیں، تمام معاف ہو جاتے ہیں (علماء کے نزدیک صغائر مراد ہیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ قیامِ رمضان کا ایجابی حکم تو نہ فرماتے تھے، البتہ ترغیب دیا کرتے تھے۔ خود نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی بڑی لمبی جماعت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے تھے اور ہمیشہ نہ پڑھنے کا یہ عذر فرماتے تھے کہ مجھے اس کے فرض ہو جانے کا اندیشہ ہے اور حضور ﷺ کی ہمیشہ پڑھنے سے فرض ہو جانا کئی وجوہ سے محتمل تھا۔ البتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین متفرق طور پر کچھ تنہا اور کچھ جماعت میں پڑھتے تھے، جو تقریباً نصف رات تک پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان متفرق جماعتوں اور علیحدہ پڑھنے والوں کو ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم فرما دیا کہ انتشار نہ ہو۔ سائب کہتے ہیں کہ امام عموماً ہر رکعت میں سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے، ہم لوگ کھڑے کھڑے تکان کی وجہ سے کسی چیز پر سہارا لگاتے تھے اور سحر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔

تعدادِ رکعاتِ تراویح :

بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ تراویح کے مسنون ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اہل قبلہ میں سے روافض کے سوا کوئی فرقہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ سب حضرات کی فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ تراویح کی بیس رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں۔ البتہ امام مالکؒ کے نزدیک

Marfat.com

مشہور قول کے موافق چھتیس (۳۶) رکعتیں ہیں۔ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''مغنی'' میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک راجح قول بیس رکعت کا ہے اور یہی مذہب ہے۔ سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ، امامِ شافعی کا۔ البتہ امامِ مالکؒ کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں۔ امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ تراویح کی رکعات میں تخفیف کی اجازت دے دی جائے، میں نے انکار کردیا۔ امام مالکؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں انتالیس (۳۹) رکعات پڑھی جاتی تھیں یعنی چھتیس تراویح اور تین وتر۔ اوجز میں یہ بحث مفصل ہے۔

میرے اساتذہ کا ارشاد ہے کہ مدینہ میں چھتیس رکعات جو پڑھی جاتی تھیں، ان میں بیس تراویح ہوتی تھیں، لیکن ہر ترویحہ میں اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے، جتنی دیر میں چار رکعت پڑھے۔ اس لئے وہ حضرات ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے۔ اس لئے یہ سولہ رکعات چار درمیانی ترویحوں کی بڑھ گئیں۔ بہر حال یہ مالکیہ کا مذہب ہے، بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک راجح قول بیس رکعات ہی کا ہے۔

حسنِ صلوٰۃ کے بیان سے واماندگی :

لاتسئل عن حسنهن ! سوال سے ممانعت نہیں بلکہ اس جانب اشارہ ہے کہ اس نماز کی شان بہت بڑی ہے یعنی نہایت ہی اطمینان' وقار' عظمت' فروتنی' عاجزی اور تعدیل ارکان کے ساتھ انتہائی عمدگی اور خوبصورتی سے ادا فرماتے اور ان میں قرأت بھی لمبی اور مناسب پڑھتے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کس قدر پیارا ہے کہ میں آپ ﷺ کی نماز کی ادائیگی کے حسن و جمال اور خوبصورتی کو بیان ہی نہیں کرسکتی۔ فالمنع من السوال کناية عن العجز عن الجواب۔ (مواہب ص ۲۰۶) (پس منع کرنا اس کے سوال سے یہ کنایہ ہے، جواب سے عاجز ہونے پر (یعنی وہ لاجواب ہے)

(۲۶۱/۱۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

Marfat.com

صَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ اِحْدٰی عَشْرَةَ رَکْعَةً یُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا ضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ.

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ اَخْبَرَنَا مَعْنٌ عَنْ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهٗ

ح) وَ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهٗ.

رجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے معن نے بیان کیا، انہوں نے یہ حدیث مالک سے ابن شہاب کے واسطہ سے روایت کی۔ اُنہوں نے اسے عروہ سے نقل کیا اور عروہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جس میں ایک رکعت وتر ہوتی تھی، جب آپؐ اس سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں یہ روایت ہمارے پاس ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی معن نے مالک کے حوالے سے، انہوں نے یہ روایت انہی معانی میں ابن شہاب سے روایت کی (ح) ہمارے پاس یہ حدیث انہی معانی میں قتیبہ نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت مالک سے اور انہوں نے ابن شہاب سے نقل کی۔

اختلافِ روایات' اختلافِ اوقات پر محمول ہے :

کان یصلی من اللیل ...... یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ سے منقول ہے، جو اس پہلی روایت کے خلاف ہے، جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا۔ اسی وجہ سے بعض محدثین نے حضرتِ عائشہؓ کی روایات میں کلام کیا ہے۔ تاہم توجیہ بمنزلہ توجیہ کے درجہ میں اسی اختلاف کو اختلافِ اوقات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ شیخ ابراہیم الیجوریؒ فرماتے ہیں :

والحاصل ان فی روایة ثلاث عشرة و فی روایة احدیٰ عشرة و فی روایة تسعاً و فی روایة سبعاً و لعل اختلاف الروایات بحسب اختلاف الأوقات ، و الحالات من صحة و مرض و قوة وضعف ولذالک قال الشیخ ابن حجر والصواب حمله علی اوقات متعددة واحوال مختلفة فکان تارة یصلی کذا و تارة یصلی کذالک او للتنبیه علی سعة

Marfat.com

الامـر فی ذلک (مواہب ص۲۰۷) (حاصل یہ ہوا کہ ایک روایت میں (صلوٰۃ اللیل) تیرہ رکعت اور ایک روایت میں گیارہ اور ایک روایت میں نو اور ایک روایت میں سات کا ذکر ہے شاید کہ اختلافِ روایات مختلف اوقات اور حالات کی بناء پر ہو یعنی صحت، مرض، قوت ،ضعف، وغیرہ اس لئے تو شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ دراصل صحیح بات یہ ہے کہ اس اختلافِ روایات کو آپ ؐ کے مختلف حالات اور متعدد اوقات پر حمل کیا جائے تو کبھی کتنی رکعات اور کبھی کتنی رکعات انہی وجوہ کی وجہ سے پڑھا کرتے تھے اور یا آپ ؐ کا مقصد امت کے لئے اس میں وسعت اور آسانی پیدا کرنے پر تنبیہ ہے)۔

وتر کا حکم :

یوتر بواحدۃ...... جس میں ایک رکعت وتر کی نماز ہوا کرتی تھی، مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے، وتر کے بارے میں ائمہ کے چند اختلافات ہیں، سب سے اول اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کرامؒ کے نزدیک وہ واجب ہیں۔ بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہیں، چونکہ حدیث اس سے ساکت ہے، اس لئے یہاں اس بحث کو ترک کیا جارہا ہے۔

مسلک احناف کے دلائل :

ایک اختلاف ائمہ کا وتر کی رکعات میں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں حتمی ایک سلام کے ساتھ ہیں، دیگر بعض ائمہ کے نزدیک وتر ایک رکعت ہے، شوافع کا یہی مسلک ہے، پھر ان ائمہ میں بھی اختلاف ہے، بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کے ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کے ساتھ واجب بتاتے ہیں۔

احادیث میں مختلف روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، جن کی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا۔ حنفیہ حدیث باب سے جواب میں کہتے ہیں، وقیل کون الوتر واحدۃ منسوخ للنھی عن البتیرا (جمع ج۲ص۹۲) (وتر کا ایک رکعت ہونا منسوخ ہے بوجہ منع کرنے آپ ؐ کے بتیراء سے (یعنی ناتمام اور ناقص

Marfat.com

عمل سے)

احناف حضرات اپنے مسلک میں چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

عبداللہ بن ابی قیس کی وہ روایت جو ابوداؤد نے ذکر کی ہے، گزشتہ حدیث کی بحث اول میں گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ کی شب کی نماز چار اور تین، چھے اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعتیں ذکر فرمائی۔ اس تکلیف کے ساتھ ذکر کرنا اور تین رکعت کو ہر جگہ بلا کم وزیادہ علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے، جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی، یہ تین ہی رکعتیں رہتی تھی، ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سات، نو، گیارہ فرماتیں۔ چار اور تین، چھے اور تین وغیرہ کیوں فرماتیں۔

(۲) ملا علی قاریؒ نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعات وتر جائز و مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے۔

بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجمع علیہ قول اَولیٰ ہے مختلف فیہ سے، حسن بصریؒ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیہ میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں۔

حضرت حسنؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر وتر کی تین رکعات میں دو سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ان کے باپ حضرت عمرؓ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمر سے زیادہ عالم تھے۔

(۳) احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال فرماتے ہیں۔ علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ (خصائل)

Marfat.com

حضرت عائشہؓ سے مزید تفصیل :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی اور تفصیل بھی منقول ہے کہ آپؐ ان تین رکعات میں سے پہلی رکعت کے اندر سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؐ وتر کی تین رکعات پڑھتے تھے اور ہر ہر رکعت میں تین تین سورتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی مثل روایتِ حضرت عائشہؓ کے منقول ہے۔ فرق اتنا ہے کہ آخری رکعت میں صرف قل ھو اللہ احد کہا معوذتین کا ذکر نہیں ہے۔

صحابۂ کرامؓ کا عملی اجماع :

اور صحابۂ کرام کا عملی اجماع وتر کی تین رکعات پر حسن بصریؒ نے نقل کیا ہے۔ وہ بھی ایک سلام سے۔ اس عمل کا خلاف کسی صحابی سے منقول نہیں ہے، اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے کوشش کر کے اتنا ثابت کر دیا کہ سلیمان بن یسار نے تین رکعات کو مکروہ کہا ہے۔ مگر تلاش کرنے پر صرف ایک شخص مخالف نکلا، وہ بھی صحابی نہیں ہے، بلکہ تابعی ہے۔

نیز! ان تین رکعات کو نفل تو کہہ نہیں سکتے، اس لئے کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ البتیراٗ (کہ نبی کریم ﷺ نے بتیراء (نفل میں طاق رکعتوں) سے منع فرمایا ہے) موجود ہے ، تو احناف کا مسلک مسئلہ وتر میں احوط اور اقرب الی الصواب ہے۔

(۲۶۲/۱۲) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ ۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ھناد نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو

Marfat.com

اسے ابوالاحوص نے اعمش کے حوالہ سے بیان کیا، اور انہوں نے ابراہیم سے اور وہ اسود سے بیان کرتے ہیں اسود کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ رات کو نو رکعات پڑھتے تھے۔

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے یحیٰی بن آدم نے بیان کیا، ان کے پاس یہ روایت سفیان ثوری نے اعمش کے حوالہ سے بیان کی، جس کا مضمون پہلی روایت کے موافق ہے۔

نو رکعات کی تفصیل :

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر کے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن قیس کی روایت میں خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چھ اور تین فرمایا

(٢٦٣/١٣) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِىْ عَبْسٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظْمَةِ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَ كَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًا مِّنْ رُكُوْعِهٖ وَ كَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّىَ الْحَمْدُ لِرَبِّىَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ وَ كَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِّنَ السُّجُوْدِ وَ كَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِىْ رَبِّ اغْفِرْلِىْ حَتّٰى قَرَاَ الْبَقَرَةَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَآئِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامَ شُعْبَةُ الَّذِىْ شَكَّ فِى الْمَآئِدَةِ وَالْاَنْعَامِ . قَالَ اَبُوْعِيْسٰى وَاَبُوْحَمْزَةَ اِسْمُهٗ طَلْحَةُ بْنُ زَيْدٍ وَ اَبُوْجَمْرَةَ الضُّبَعِىُّ اِسْمُهٗ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ .

Marfat.com

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شعبہ نے عمرو بن مرۃ کے حوالے سے انہوں نے اسے بنی عبس کے ایک شخص سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں ایک رات حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ نے نماز شروع فرما کر یہ دعا پڑھی اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة (اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کی ذات والاصفات سب سے برتر ہے وہ ایسی ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی ہے، بڑے غلبہ والی ہے، بڑائی اور بزرگی وعظمت والی ذات ہے)

پھر حضور اکرم ﷺ نے (سورۂ فاتحہ پڑھ کر) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی، پھر رکوع کیا، یہ رکوع قیام ہی جیسا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے اس رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم (پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے پروردگار بزرگ کی) فرماتے رہے، پھر رکوع سے سر مبارک اٹھا کر کھڑے ہوئے اور یہ کھڑا ہونا بھی رکوع ہی جیسا تھا، اس وقت لِرَبِّیَ الْحَمْدُ لِرَبِّیَ الْحَمْدُ (میرے رب ہی کے لئے ہے ساری تعریفیں) فرماتے رہے، پھر سجدہ ادا کیا اور وہ سجدہ بھی کھڑے ہونے کے برابر ہی تھا، اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے پروردگار برتر کی) فرماتے رہے۔

پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے۔ یہ بھی سجدہ کی طرح سے طویل تھا، اس میں حضور ﷺ رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ (اے اللہ بخش دے مجھے) فرماتے رہے۔ غرض حضور اکرم ﷺ اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ، سورۂ آلِ عمران سورۂ نساء، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام۔ راوی کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہو گیا کہ کونسی تھی، لیکن اوّل کی تین محقق ہیں۔ غرض تینوں سورتیں وہ اور ان دونوں میں سے ایک سورت یہ چاروں سورتیں تلاوت فرمائیں۔

راوی حدیث (۵۳۵) ابوحمزہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

تعیینِ لیل :

حدیث میں یہ تعیین نہیں کی گئی کہ یہ کونسی رات تھی ۔ ای لیلۃ قام فیھا حذیفۃ (جس میں حضرت حذیفہؓ نے حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی) لیکن احمد ونسائی کی روایات میں تصریح ہے کہ انھا من لیلۃ رمضان (اتحافات ص ۳۱۸) (کہ یہ قیامِ رمضان شریف کی کوئی رات میں تھا) انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل (کہ اس نے حضورؐ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی) ! من تبعیض کے لئے ہے یا بمعنی فی کے ہے، جبکہ مسند احمد اور نسائی میں صلی معہ فی لیلۃ من رمضان کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ فلما دخل فی الصلوٰۃ ای اراد الدخول ،یعنی جب نماز میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا ۔ (جمع ج ۲ ص ۹۳)

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

اللہ اکبر "ذو الملکوت " ای صاحب الملک ، و صیغۃ ملکوت للمبالغۃ والکثرۃ ." والجبروت" من الجبر القھر "والکبریا" أی الترفع والتنزہ عن کل نقص "والعظمۃ " ای تجاوز القدر عن الاحاطۃ ھکذا قال ابن حجر و جاء فی جمع الوسائل أن الکبریاء ھو کمال الذات والعظمۃ اشارۃ الی جمال الصفات ۔(اتحافات ص ۳۱۸) (ذوالملکوت کا معنیٰ بڑی بادشاہت والا اور صیغہ ملکوت کا مبالغے اور کثرتِ شئی کے لئے ہے۔ جبروت جبر سے بمعنیٰ قہر (غالب ،قدرت ،عظمت) کبریاء یعنی ہر عیب ونقص سے بلند وبالا اور پاک العظمۃ یعنی اس ذات کی قدر وعزت کا احاطہ سے باہر ہونا یعنی مذکورہ بالا تشریح ابن حجرؒ فرماتے ہیں اور جمع الوسائل میں (علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں) کہ کبریاء کا معنیٰ ذاتِ باری تعالیٰ کا کمال اور عظمت اشارہ ہے صفات کے جمال کی طرف)

اس روایت میں اجمال ہے :

دراصل اس روایت میں اجمال ہے۔ البتہ طوالت ارکان کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ چاروں سورتیں پہلی رکعت میں تلاوت کی گئیں یا ہر

Marfat.com

رکعت میں ایک ایک اور یہ بھی واضح نہیں کہ آپ ؐ نے چار رکعت پڑھے یا صرف دو رکعت ۔شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں

و یلاحظ ان ھذا الحدیث لم یذکر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کم صلّی فی ھذہ اللیلۃ و لکنہ ذکر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أطال فی صلاتہ۔(اتحافات ص ۳۱۹)

تفصیل وتطبیق :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں والظاھر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی أربع رکعات قرأ فی کل رکعۃ منھا سورۃ ویحتمل انہ قرأ الثلاث الاول البقرۃ، و اٰل عمران، والنساء فی رکعۃ واحدۃ و ھذا ماتفیدہ روایۃ مسلم و ابی داؤد و لعل الواقعتین متعدد تان ۔(اتحافات ص ۳۱۹) (اورظاہر بات یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار رکعت پڑھیں ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھی اور یہ احتمال بھی ہے کہ پہلی تین سورتیں (بقرہ۔العمران۔نساء) ایک رکعت میں پڑھی ہوں ۔اور یہ مسلم اور ابوداؤد کی روایات کا حاصل اور خلاصہ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دراصل دو متعدد واقعات ہوں)

مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے موافق بظاہر دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کسی روایت میں کچھ سہو ہو گیا ہو' تاہم غلطی پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جبکہ حضور اقدس ﷺ کا لمبی لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول تھا۔اس لئے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعت میں اور ایک مرتبہ تین سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے۔

(۲۶۴/۱۴) حَدَّثَنَا اَبُوْبَکرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعِ الْبَصرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ مُسْلِمِ الْعَبْدِیِّ عَنْ اَبِی الْمُتَوَکِّلِ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاٰیَۃٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ لَیْلَۃً ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر محمد بن نافع بصری نے یہ حدیث بیان کی ۔وہ

Marfat.com

کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت اسماعیل بن مسلم عبدی سے نقل کی اور انہوں نے ابو متوکل سے روایت کی۔ انہوں نے امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کو تکرار فرماتے رہے۔

راویان حدیث (۵۳۶) ابوبکر محمد بن نافع البصریؒ (۵۳۷) عبدالصمد بن عبدالوارثؒ اور (۵۳۸) ابوالمتوکلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک آیت پر تمام رات گذاردی :

قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بآیۃ من القرآن لیلۃ یعنی حضور اقدس ﷺ قرآن مجید کی ایک ہی آیت تمام رات نماز میں پڑھتے رہے۔ اس روایت میں تو آیت کا ذکر نہیں ہے، مگر دیگر روایات میں اس کی تصریح ہے۔ ابو عبید نے فضائل القرآن میں حضرت ابوذرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک رات نماز تہجد میں تمام رات ایک ہی آیت پر گذاردی۔ **حتی اصبح بھا و یقوم و یرکع فقیل لأبی ذر ماھی قال " ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔** (مائدہ:۱۱۸) (مواہب ص ۲۱۰) (تا آنکہ صبح ہوئی اور آپؐ قیام اور رکوع بھی کرتے رہے (اور آیت بھی ان میں پڑھتے رہے) ابوذرؓ سے کہا گیا وہ کونسی آیت تھی آپؓ نے فرمایا کہ **ان تعذبھم الآیۃ** ہے ''اگر عذاب دے گا تو ان کو۔ پس وہ بندے تیرے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے پس تو ہی غالب حکمت والا ہے)

مقصد یہ ہے کہ اے اللہ ! اگر تو اُن کو اُن کے گناہوں پر عذاب دیتا ہے، تو عین عدل ہے اور اگر ان کے گناہوں کو میری عاجزی و دعا کو قبول فرما کر معاف کر دیتا ہے تو یہ تیرا عین فضل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا کھڑے ہونے میں اور رکوع سجدہ میں بھی اس آیت کو پڑھتے رہنا اور بار بار دھراتے رہنا اللہ تعالیٰ کی دو صفات عدل و مغفرت کے مستحضر ہو جانے کی وجہ سے تھا کہ قیامت کا سارا منظر ان ہی دو صفتوں کا مظہر ہے۔

Marfat.com

تمام رات سے مراد پچھلی رات کا قیام ہے، جو تہجد کے وقت آپ کا معمول تھا۔

ایک آیت کی مسلسل تلاوت یہ آپ ؐ کا امتیازی عمل تھا، خاص حالات و کیفیات اور وجدان کے پیشِ نظر ایسا ہو جاتا تھا۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ ایک رات صرف ایک ہی آیت کی تلاوت کرتے کرتے صبح کردی۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۔(یٰسین:۵۹) (اور جدا ہو جاؤ آج کے دن اے گناہگارو)۔

اخذِ مسائل :

شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں ، ویؤخذ منه جواز تکرار الآیة فی الصلاۃ و لعل ذلک کان قبل النهی عن القراءۃ فی الرکوع والسجود فلاینافیه خبر مسلم نهیت ان أقرأ القرآن راکعا و ساجدا علی ان النهی للتنزیه فیکون فعله لبیان الجواز (مواہب ۲۱۰) (حدیث پاک سے ایک ہی آیت کا پوری نماز میں بار بار پڑھنے کا جواز معلوم کیا جاسکتا ہے اور شاید کہ یہ رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنے سے پہلے کی بات ہے اس لئے یہ حدیث مسلم کی منافی نہ ہوا جس میں ہے کہ مجھے روکا گیا کہ میں رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھوں اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ نہی (رکوع سجدہ میں) تنزیہی ہو تو آپ ؐ کا یہ فعل وعمل بیانِ جواز کے لئے ہوا) أو ان القراءۃ قصد بها الدعاء والتضرع و طلب المغفرۃ من الله العزیز الحکیم (اتحافات ص ۳۲۰) (یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرأت سے ارادہ دعا، تضرع عاجزی اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی طلب کی درخواست ہو)

صاحب اتحافات کی توجیہ کو علامہ ملا علی قاریؒ نے دوسرے انداز میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

و یمکن ان یقال المعنی کان یرکع و یسجد بمقتضی تلک الآیة مما یتعلق بمبناها و یترتب علی معناها بان یقول سبحان ربی العزیز الحکیم . اللهم اغفرلنا ولاتعذبنا وارحم امتی ولا تعذبهم فانهم عبادک واغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم و نحو ذلک والله اعلم۔ (جمع ج ۲ ص ۹۶) (یہ بھی ممکن ہے کہ یرکع ویسجد کا یہ مطلب ہو کہ اس آیت کے معنیٰ و مقتضی کو ملحوظ ومدنظر رکھتے ہوئے آپ ؐ رکوع اور سجدہ میں پڑھتے رہے

Marfat.com

۔مثلاً یہ پڑھتے ہوں سبحان ربی العزیز الحکیم الخ۔
کہ پاکی بیان کرتا ہوں اپنے پروردگار کی جو غالب اور حکمت والا ہے اے اللہ ہمیں بخش دے اور عذاب نہ دیجئے اور میری امت پر بھی رحم فرما اور ان کو عذاب نہ دیجیے یہ تیرے ہی تو بندے ہیں اور ان کو بخش دے تیری ہی ذات غالب اور حکمت والی ہے یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ فرماتے تھے)

(۲۶۵/۱۵) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِيْلَ لَهُ وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَ اَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت سلیمان بن حرب نے بیان کی۔ ان کو شعبہ نے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت اعمش سے ابووائل کے حوالہ سے روایت کی اور انہوں نے اسے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور ﷺ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کرلیا۔ کسی نے پوچھا کس کام کا ارادہ کرلیا تھا، کہنے لگے کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور اکرم ﷺ کو تنہا چھوڑ دوں۔

راوی حدیث (۵۳۹) ابی وائلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نوافل میں تطویل قیام :

فلم یزل قائما ! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ آپ ؐ نے بہت لمبا قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ عادی نہ ہونے کی وجہ سے ان پر بظاہر اسباب یہ شاق گذرا۔ یہ آپ ؐ

Marfat.com

کا ہمیشہ کا معمول نہ تھا کبھی بعض حالات' وجدان وکیف اور بارگاہِ ربّ میں حضوری کی لذتیں آپ کو ایسے عالم میں لے جاتی تھیں کہ وہ ہمیشہ کا معمول ترک ہو جایا کرتا تھا۔

تین معانی کا احتمال :

قال هممت ان اقعد وادع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم' اس کے تین معانی محتمل ہیں۔ (۱) میں نماز پڑھتے پڑھتے بیٹھ جاؤں اور اقتداء چھوڑ کر اپنی نماز منفرداً مکمل کرلوں اور آپ ﷺ اپنی نماز پڑھتے رہیں، ان اقعد مصلیًا وادع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی قائما (۲) دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ میں اس شفع کے بعد بیٹھ جاؤں اور بوجہ تھکاوٹ کے مزید نماز نہ پڑھوں اور آپ ﷺ اپنی نماز پڑھتے رہیں، ان اقعد بعد هذا الشفع ولا اصلی وادع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی ۔ یہ دونوں احتمال درست ہیں اور انہیں دو کو حضرت ابن مسعودؓ امرِ سوء سے تعبیر کر رہے ہیں۔ (۳) ایک تیسرا احتمال یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ میں ابھی سے نماز سے بیٹھ جاؤں اور بقیہ نماز کو ترک کردوں اور پھر نماز نہ پڑھوں اور آپ ﷺ کو چھوڑ دوں کہ آپ اپنی نماز پڑھتے رہیں، ان اقعد عن الصلوٰة الآن و اترکها وراءه ولا اصلی وادع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی ' مگر یہ محض احتمال ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے ایک عمل خیر کا ترک کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ لاتبطلوا اعمالکم کی ہدایات ان کے سامنے موجود ہوں، لان ذلک لایلیق بجلالة ابن مسعود و ترک الاقتداء به والحرمان من مداومة جماعته امر سوء ۔ (مناوی ج ۲ ص ۹۷) (اس لئے کہ احتمال مذکور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی شان ومنزلت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ کی اقتداء کو چھوڑ دینا اور آپ ﷺ کے ساتھ جماعت سے مداومت سے محرومی یہی امرِ سوء (برا کام ہے)

اخذِ مسائل :

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ "من امّ قوماً فلیخفف" کا حکم فرائض کی امامت کے لئے ہے۔ ورنہ نوافل میں آپ ﷺ کی تطویل ظاہر ہے کہ کس قدر ہوتی تھی۔ یہ

Marfat.com

نوافل ہی تھے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے لئے بھی متابعت شاق ہوگئی تھی۔

(۱۶/۲۶۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسیٰ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ اَبِی سَلْمَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَأُ وَھُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَاءَ تِہٖ قَدْرُ مَا یَکُوْنُ ثَلَاثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ اٰیَۃً قَامَ فَقَرَأَ وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَکَعَ وَ سَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت معن نے بیان کی۔ اُن کو یہ روایت مالک نے ابونضر سے ابوسلمہ کے حوالہ سے بیان کی اور ابوسلمہ نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ (زمانۂ ضعف میں) نوافل میں قرآن شریف (چونکہ زیادہ پڑھتے تھے اس لئے) بیٹھ کر تلاوت فرماتے تھے اور جب رکوع کرنے میں تقریباً چالیس آیت رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہوکر تلاوت فرماتے اور رکوع میں تشریف لے جاتے اور کھڑے ہونے کی حالت میں رکوع فرماتے، پھر سجدہ کرتے اور اسی طرح دوسری رکعت ادا فرماتے۔

نوافل قاعداً اور قائماً پڑھنے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم :

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ کان یصلی جالساً، نوافل بیٹھ کر پڑھنے کا یہ عمل آپؐ کی کبرسنی کا عمل بتایا جاتا ہے ۔ قیل کان ذلک فی کبر سنہ۔(مواہب ص۲۱۰) لعل الجلوس کان لارھاق أومرض أو حالة طارئة ۔(اتحافات ص۳۲۱) (شاید کہ آپ کا یہ بیٹھنا بوجہ بدن کو ہلکا کرنے یا بیماری کے یا کوئی حالت طاری ہو جانے کی وجہ سے ہو) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کھڑے ہوکر نفل پڑھنے پر قادر ہو وہ بیٹھ کر بھی نفل پڑھ سکتا ہے یؤخذ صحة التنفل القادر قاعداً ھو مجمع علیه ۔(مواہب ص۲۱۰) وفی الحدیث جواز بدء النفل من جلوس ثم القیام لعذر (اتحافات ص۳۲۱) (حدیث شریف سے نوافل کو کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر شروع کرنا اور پھر کھڑے ہو جانے کا

Marfat.com

جواز معلوم ہوتا ہے)

شیخ ابراہیم الیجوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی آپ ؐ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا نفل قاعداً پڑھنا اجر وثواب میں قائماً کے برابر ہے۔ ان تطوعه قاعداً کهو قائماً لانه مامون الکسل فلاینقص اجره بخلاف غیره فانه من صلیٰ قاعداً فله نصف اجر القائم۔(مواہب ص ۲۱۰)

(اس لئے کہ آپ ؐ سستی اور کاہلی سے محفوظ ہیں اس لئے آپ ؐ کے اجر وثواب میں کمی نہیں کی جاسکتی بخلاف دوسرے امتیوں کے کہ اگر وہ بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ان کو کھڑے شخص کے ثواب کا آدھا اجر وثواب دیا جاتا ہے) واضح رہے کہ یہ حکم غیر معذور شخص کا ہے۔ ورنہ معذور شخص کو بھی بفضل خداوندی پورا پورا اجر ملے گا۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، لکن القاعد لغیر عذرله نصف اجر القائم (جمع ج ۲ ص ۹۸) بعض حضرات نے کہا ہے کہ جو آدمی قاعداً نفل پڑھنا شروع کردے تو اس کے لئے قائماً رکوع وسجدہ جائز نہیں ہے، مگر ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح وہ آدمی جو قائماً نفل نماز شروع کرے، اسے قاعداً بھی اس کی تکمیل جائز ہے، ویوخذ من ذلک صحة بعض النفل قاعداً و بعضه قائماً و صحة بعض الرکعة قاعداً و بعضها قائماً و جعل بعض القراءة فی القعود و بعضها فی القیام و سواء فی ذلک کله قعد ثم قام او قام ثم قعد و سواء نوی القیام ثم اراد القعود أو نوی القعود ثم اراد القیام وهو قول الائمة الاربعة لکن یمنع بعض المالکیة الجلوس بعد ان ینوی القیام (مواہب ص ۲۱۱) (اور اس حدیث مذکور سے چند مسائل کا علم ہوا۔ یعنی یہ جائز ہے کہ نفل نماز کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہوکر پڑھے نیز یہ کہ ایک رکعت کا بعض بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہوکر پڑھے تو بھی جائز ہے اسی طرح قرأت کا کچھ حصہ بیٹھے پڑھے اور کچھ کھڑے ہوکر پڑھے اور ان سب صورتوں میں چاہے پہلے بیٹھا تھا پھر کھڑا ہوا یا پہلے کھڑا تھا اور پھر بیٹھا اور چاہے نیت کھڑے ہونے کی تھی پھر بیٹھنے کا ارادہ کیا اور یا نیت بیٹھنے کی تھی پھر کھڑے ہونے کا ارادہ کیا اور یہی ائمہ اربعہ کا قول اور مذہب ہے

Marfat.com

لیکن بعض مالکیہؒ کے نزدیل بیٹھنا منع ہے جبکہ پہلے نیت قیام کی تھی)

(۲۶۷/۱۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدُ نِ الْحَذَّآءُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَائِمًا وَلَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا فَاِذَا قَرَأَ وَ هُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَ هُوَ قَائِمٌ وَ اِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَ سَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ھشیم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خالد حذاء نے عبداللہ بن شقیق کے واسطہ سے خبر دی ۔عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے نوافل کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ رات کے طویل حصہ میں نوافل کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور طویل حصہ میں نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے ۔حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھتے تو رکوع وسجود بھی کھڑے ہونے کی حالت میں ادا فرماتے اور جب بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھنے کی حالت میں ادا فرماتے۔

راوی حدیث (۵۴۰) عبداللہ بن شقیقؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

نمازِ تہجد میں مختلف احوال کا بیان :

کان یصلی لیلاً طویلاً ...... اس کا ایک معنٰی تو یہ ہے کہ ایک ہی رات میں بہت سا حصہ کھڑے ہو کر اور بہت سا حصہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ دوسرا معنٰی یہ ہے کہ یہ مختلف لیالی کے احوال ہیں کہ بعض راتوں میں طویل نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور بعض راتوں میں بیٹھ کر طویل نماز پڑھتے تھے۔ حضراتِ محدثینؒ نے دوسرے معنٰی کو راجح قرار دیا ہے کہ آپؐ تہجد کی نماز میں تطویل فرمایا کرتے ،طبیعت میں نشاط اور صحت وسلامتی ہوتی، کھڑے کھڑے تہجد پڑھتے' ضعف اور اضمحلال ہوتا تو بیٹھ کر تہجد ادا فرماتے۔اس حدیث کا

Marfat.com

پہلی روایت سے کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں حدیثوں میں مختلف احوال کا بیان ہے۔ ھذا الحدیث یروی احوالاً أخری من عبادته صلی اللہ علیه وسلم ولا تنافی بین ھذا الحدیث والذی قبله۔ (اتحافات ص ۳۲۱)

یہ تو پہلے بھی عرض کیا گیا کہ نوافل کا دارومدار طبعی نشاط اور سرور پر ہے، جس وقت جس طرح نشاط وسرور حاصل ہوتا، اسی وقت اسی طرح نماز ادا فرماتے۔ دوسرا یہ کہ آپؐ کے پیشِ نظر تعلیم امت مقصود ہوتی تھی۔ مختلف صورتوں میں افعال کی ادائیگی بیان جواز کے لئے ہوتی۔ اس لئے تو آپؐ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی پورا ثواب ملتا کہ تعلیم اُمت وبیانِ جواز کی غرض سے بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی نبوت کے مقصد کو پورا کرنا ہے۔

(۱۸/۲۶۸) حَدَّثَنَا اِسۡحٰقُ بۡنُ مُوۡسٰی الۡاَنۡصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعۡنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابۡنِ شِهَابٍ عَنِ السَّآئِبِ بۡنِ یَزِیۡدَ عَنِ الۡمُطَّلِبِ بۡنِ اَبِیۡ وَدَاعَةِ السَّهۡمِیِّ عَنۡ حَفۡصَةَ زَوۡجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَتۡ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیۡ فِیۡ سُبۡحَتِهٖ قَاعِدًا وَ یَقۡرَأُ بِالسُّوۡرَةِ وَ یُرَتِّلُهَا حَتّٰی تَکُوۡنَ اَطۡوَلَ مِنۡ اَطۡوَلِ مِنۡهَا ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے یہ حدیث بیان کی۔ ان کو معن نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مالک نے ابن شہاب کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ حدیث سائب بن یزید سے مطلب بن ابی وداعہ سہمی کی وساطت سے سنی، جنہوں نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے نقل کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نوافل بیٹھ کر پڑھتے اور اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ سورۃ اپنے سے لمبی سورۃ سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

راویان حدیث (۵۴۱) المطلب بن ابی وداعۃؒ اور (۵۴۲) حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کا نوافل میں معمول :

کان رسول اللہ ﷺ ...... علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں زاد مسلم من

Marfat.com

ہذا الوجہ فی اولہ ما رائیت رسول اللہ ﷺ یصلی فی سبحتہ جالساً حتی اذا کان قبل موتہ بعام فکان الخ (امام مسلمؒ نے اسی روایت کے شروع میں کان رسول الخ سے پہلے مذکورہ عبارت زیادہ کی ہے یعنی حضرت حفصہؓ فرماتی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو کبھی نوافل بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا تا آنکہ آپؐ کی وفات سے ایک سال پہلے تو پھر آپؐ نوافل بیٹھ کر پڑھتے) اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا نوافل قائماً پڑھنے کے معمول پر (غیر سفر وغیر عذر میں) مواظبت تھی، اگر چہ آپؐ کے لئے قاعداً نوافل بھی اجر وثواب میں قائماً کے حکم میں تھے ، یؤخذ من ذلک انہ ﷺ و اظب علی قیام فی النفل أکثر عمرہ و ان کان تطوعہ قاعداً کھو قائماً۔(مواہب ص۲۱۲)

سبحة کی تحقیق :

سبحة ! تسبیح کے دانے گننے کو بھی کہتے ہیں' دعا اور نوافل نماز کو بھی کہتے ہیں' قضیت سبحتی یعنی میں نے اپنی دعا پوری کر لی ۔ یہاں سبحة سے صلوٰۃ النافلة مراد ہے۔ و سمیت النافلة سبحة لاشتمالها علی التسبیح (اتحافات ص۳۲۲) (اور نفل نماز کو اس لئے سبحہ کہتے ہیں کہ وہ بھی تسبیحات پر مشتمل ہوتی ہے)۔

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، وخصت النافلة بذلک لان التسبیح الذی فی الفریضة نافلة فاشبهته صلوٰۃ النفل و هذا التخصیص امر غالبی فقد یطلق التسبیح علی الصلوٰۃ مطلقاً تقول فلان یسبح ای یصلی فرضاً او نفلاً و منه قوله تعالیٰ فسبح بحمد ربک ای صلّ و قوله فلولا انه کان من المسبحین ای المصلین۔(مواہب ص۲۱۲) (اور نفل نماز کی تخصیص تسبیح کے ساتھ اس لئے کی گئی کہ فرض نماز میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں وہ نفل ہوتی ہیں تو گویا نفل نماز تسبیح کے مشابہ ہوئی اور تسبیح کی تخصیص نفل نماز کے ساتھ حکمِ غالب اور اکثری ہے ورنہ تسبیح کا اطلاق تو مطلق نماز (چاہے فرض یا نفل ہو) پر بھی ہوتا ہے عرب کا مقولہ ہے فلان یسبح یعنی فلاں نماز پڑھتا ہے چاہے فرض ہو یا نفل اور اسی معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول فسبح بحمد ربک بھی ہے یعنی تو اپنے رب کی نماز پڑھ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول فلو لا انه کان من المسبحین (کہ اگر یونسؑ نماز پڑھنے والوں

Marfat.com

سے نہ ہوتے) میں مسبحین بمعنی مصلین کے ہے)

ترتیل کا معنیٰ :

ویــرتـلهـا تلاوت میں مخارج، اظہارِ حروف اور حرکات انتہائی ترتیل سے ادا فرماتے اور نہایت ہی اطمینان، سکون، وقار اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ' ای یبین حروفها و حركاتها و وقوفها مع التأنی فی قراء تها وهو معنی قول بعضهم الترتيل رعاية الحروف والوقوف ۔ (مواہب ص۲۱۲)(یعنی قرأت کرنے میں حروف وحرکات اور وقوف وغیرہ کو پورے واضح طور پر ادا کرتے ہوئے سکون اور اطمینان سے تلاوت فرمایا کرتے اور یہی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ترتیل کا معنیٰ حروف (کے مخارج) اور وقوف وغیرہ کا پورا خیال رکھنا) حتی تكون أطول من أطول منها ای حتی تكون السورة المرتلة أطول من السورة الأطول منها لو قرئت غير مرتلة (اتحافات ص۳۲۲) (یعنی آپ ﷺ کا ترتیل سے پڑھنا اس درجہ کا ہوتا کہ ترتیل سے پڑھی گئی (چھوٹی) سورت بھی اس لمبی سورت سے طویل معلوم ہوا کرتی ۔ جب لمبی سورت کو بغیر ترتیل کے پڑھا جائے)

ایک رکعت میں مکمل سورت پڑھنا مستحب ہے :

حدیث مذکور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستحب ہے کہ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھی جائے، اگرچہ بعض سورت کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ وندب استيعاب السورة فی الركعة الواحدة و هو افضل من قرأة بعض سورة بقدرها والاقتصار على بعض سورة جائز حسن بلا كراهة و قد فرق المصطفیٰ ﷺ الاعراف فی المغرب (مناوی ج۲ص۹۹) (اور کسی سورت کے بعض پر اکتفاء کرنا بھی بلا کراہت جائز ہے حضور ﷺ نے بھی سورہ اعراف کو مغرب کی نماز میں متفرق طور پر پڑھا۔

Marfat.com

(۲۶۹/۱۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ الزَّعْفَرَانِیُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ اَنَّ اَبَا سَلَمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَآئِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی کَانَ اَکْثَرُ صَلَاتِہٖ وَ ھُوَ جَالِسٌ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حسن بن محمد زعفرانی نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے حجاج بن محمد نے ابن جریج کے واسطہ سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی خبر عثمان بن ابی سلیمان نے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن کے ذریعہ سے دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ وصال کے قریب زمانہ میں اکثرؒ نوافل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

راوی حدیث (۵۴۳) عثمان بن ابی سلیمانؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ حیاۃ طیبہ کے آخری ایام میں نفلی عبادت اکثر اوقات بیٹھ کر کیا کرتے تھے اور ان میں تلاوت بہت زیادہ فرماتے تھے۔ حضرت امّ سلمہؓ سے روایت ہے انھا قالت والذی نفسی بیدہ ما مات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی کان اکثر صلواتہ قاعداً الا المکتوبۃ (نسائی وابن ماجۃ) (وہ فرماتی ہیں قسم ہے اس ذات پاک کی کہ میری روح اس کی قبضہ میں ہے کہ وفات کے قریب آپؐ فرض نماز کے علاوہ نفل نماز اکثر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے)

(۲۷۰/۲۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِہٖ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِیْ بَیْتِہٖ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے اسمٰعیل بن ابراہیم نے ایوب کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت نافع

Marfat.com

سے سُنی، جنہوں نے اسے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد وہ بھی گھر میں پڑھیں۔

سننِ مؤکدہ کی تفصیل :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں : اس حدیث میں سنتوں کا ذکر ہے۔ سنتِ مؤکدہ حنفیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہیں، جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں گزرا۔ البتہ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے متعدد احادیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعات پر مداومت کرے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔ ان بارہ رکعات کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایات سے کئی حدیثوں میں یہی آئی ہے، جو حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں گزری۔ البتہ ظہر سے قبل ان روایتوں میں چار رکعت وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہوں، ان کے لئے آسمان کے دروازے کُھل جاتے ہیں یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسند احمد و ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے وقت چار رکعت گھر سے پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے تھے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سنتیں مکان پر پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور وہ چار رکعت ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت میرے گھر پڑھتے تھے، پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض پڑھاتے، اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور مغرب کی نماز کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور عشاء کی

Marfat.com

نماز کے بعد بھی تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور صبح صادق کے بعد دو رکعت پڑھتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس مفصل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سنتیں اکثر گھر پر پڑھتے تھے' اور مسجد میں تشریف لاکر غالب یہ ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھا کرتے تھے، جس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے دو ہی رکعت سنت پڑھی ہوں، جن کو حضرت ابن عمرؓ نے نقل فرمایا۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس حدیث میں یہ ارشاد کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ یہ نمازیں پڑھیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جماعت کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا تھا۔ سنتوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(خصائل ص ۲۳۸ تا ۲۳۹)

تطبیق کی تین صورتیں :

اس روایت میں آپؐ سے قبل الظہر دو اور حضرت علیؓ کی روایت سے چار رکعت منقول ہیں۔ (۱) بعض حضرات نے تطبیق یوں کی ہے کہ یہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہیں اور چار رکعت سنت آپؐ گھر پر پڑھ کر آتے تھے۔

(۲) دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ چار رکعت احوط ہیں، لہٰذا انہیں ترجیح دی جائے گی۔ اکثر فقہاء اس کو راجح قرار دیتے ہیں۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ آپؐ کبھی دو رکعت پڑھتے اور کبھی چار۔

(۲۱/۲۷۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُنِیعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ حَدَّثَتْنِیْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ حِیْنَ یَطْلُعُ الْفَجْرُ وَ یُنَادِی الْمُنَادِیْ قَالَ اَیُّوْبُ اُرَاهُ قَالَ خَفِیْفَتَیْنِ ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایوب نے نافع کے حوالہ سے

Marfat.com

یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن عمر سے نقل کی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن ام المؤمنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ حضور اقدس ﷺ صبح صادق کے بعد جس وقت مؤذن اذان کہتا ہے، اس وقت دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

کان یصلی رکعتی ...... مراد صبح کی سنتیں ہیں، و اوجبھا الحسن البصری ۔ (مواہب ص ۲۱۳) (حسن بصریؒ صبح کی سنتوں کو واجب قرار دیتے ہیں) یطلع بمعنی یظھر کے ہے، الفجر وھو ضوء الصبح و ھو حمرۃ الشمس فی سواد اللیل سمی بذلک لانفجارہ والمراد الفجر الصادق ' أراہ ای اظن نافعاً فالھاء راجعۃ لنافع شیخ ایوب ۔(مواہب ص ۲۱۳) (فجر سے مراد صبح کی روشنی ہے اور وہ رات کی تاریکی میں سورج کی سرخی کا نمودار ہونا ہے فجر کو اس لئے فجر کہتے ہیں کہ اس میں صبح کی روشنی آجاتی ہے یہاں اس سے مرادِ صبح صادق ہے۔

قال ایوب اراہ الخ یعنی شیخ ایوب کہتے ہیں میں خیال کرتا ہوں نافع کا تو اس صورت میں ضمیر اراہ کی حضرت نافع کو راجع ہوگی جو ایوب کا شیخ اور استاد ہے۔

صبح کی سنتوں میں قرأت کا مسئلہ :

اس حدیث میں صبح کی نماز سے قبل دو سنتوں کا بیان ہے۔ اکثر روایات میں ان دو رکعت کے بارے میں یہی آیا ہے کہ آپؐ ان کو مختصر پڑھتے تھے، جیسا کہ روایت باب میں ہے، "قال خفیفتین" یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے محض فاتحہ پر اکتفاء کرنے اور دوسری سورۃ نہ ملانے کا کہا ہے، مگر یہ قول مرجوح ہے' صحیح یہی ہے کہ ان دو رکعت میں حضور اقدس ﷺ سے سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، جو اکثر مختصر ہوا کرتی تھیں مسلم شریف کی حدیث میں صراحت ہے کہ آپؐ ان دونوں رکعت میں سورۂ الکافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے نعم السورتان تقرأبهما فی رکعتی الفجر ۔(جمع ج ۲ص ۱۰۱) یعنی یہ دوسورتیں کیسی اچھی ہیں کہ صبح کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں ۔صبح کی سنتوں میں اِن دوسورتوں کے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیَا جَمِیعًا(کہ یہ مجھے پوری دنیا سے بھی زیادہ محبوب اور پسند ہیں)

علامہ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ امامِ ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ دوسنتیں واجب ہیں اوراس میں توکسی قسم کا شک نہیں ہے کہ تمام رواتب سے یہ افضل ہیں "ولهذا روی عن ابی حنیفة انهما واجبتان فلا شک انهما افضل من سائر الرواتب" (جمع ج ۲ ص ۱۰۲) علامہ ابن قیمؒ ان کے باقی رواتب سے زیادہ افضل ومؤکد ہونے کے متعلق لکھتے ہیں : و کان تعاهده و محافظة علی سنة الفجر اشد من جمیع النوافل و لذلک لم یکن یدعها هی والوتر سفراً و حضرا و کان یواظب فی السفر علی سنة الفجر ...... دون سائر السنن (زادالمعادج ۱ص ۱۰۴) آپؐ سنت فجر کی دوسرے سنن ونوافل سے زیادہ محافظت اور پابندی کاخیال رکھا کرتے اس لئے توان کواور وتروں کوسفر وحضر میں نہیں چھوڑتے تھے اورسفر میں بھی ہمیشہ فجر کی سنتوں پر مواظبت اختیار فرمایا کرتے نہ کہ دوسرے سنن ونوافل پر)

شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں : والمراد بتخفیفهما عدم تطویلهما علی الوارد فیهما وهو " قولوا امنا بالله الیٰ آخر آیة البقرة " أو الم نشرح و قل یاأیها الکافرون فی الرکعة الاولیٰ و قل یا أهل الکتاب تعالوا الیٰ آخر آیة آلِ عمران او ألم ترکیف ، أو قل هو الله احد فی الثانیة حتی لوقرأ جمیع ذلک لم تفته سنة التخفیف۔ (مواہب ص ۲۱۳)(اورسنت فجر میں تخفیف سے مراد یہ کہ جوقرأت احادیث میں ان میں پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہیں اس سے لمبی نہ پڑھا کرتے اوروہ قولوا امنّا باللہ الخ یعنی سورہ بقرہ کی اس آیت کے آخرتک یاپھر الم نشرح یاقل یاایها الکافرون پہلی رکعت میں اور قل یااهل الکتاب تعالوا الخ یعنی سورت آل عمران کی اس آیت کے آخرتک اوریاپھر الم ترکیف یا قل هوا اللہ احد دوسری رکعت میں گویا اگر یہ سب سورتیں منقولہ صورت میں بھی پڑھ لے تو سنت فجر کی تخفیف کرنا فوت نہ ہوگا)

Marfat.com

(۲۷۲/۲۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْفَزَارِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَهَا وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَحَدَّثَتْنِیْ حَفْصَةُ ؓ بِرَکْعَتِیِ الْغَدَاةِ وَلَمْ اَکُنْ اَرَاهُمَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبۃ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے مروان بن معاویہ فزاری نے جعفر بن برقان کے حوالہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت میمون بن مہران سے روایت کی، جنہوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے آٹھ رکعتیں یاد کی ہیں۔ دو ظہر سے قبل، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد، مجھے میری بہن حفصہ رضی اللہ عنہا نے صبح دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جن کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔

راوی حدیث (۵۴۴) میمون بن مہرانؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں

رکعتا الفجر سے مراد صبح کی سنتیں ہیں، وأصل الغداة ما بین طلوع الفجر و طلوع الشمس۔ (اتحافات ص ۳۲۴) (اور الغداۃ اصل اور قاعدہ کی رو سے صبح صادق اور سورج نکلنے کے درمیانی وقت کا نام ہے)

آپ ﷺ صبح کی دو سنتیں گھر میں ادا فرماتے تھے :

وحدثتنی حفصة ...... یعنی مجھے میری بہن حفصہؓ نے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے، جن کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ اس سے قبل بھی گذر چکا ہے کہ آپ ﷺ صبح کی دو رکعت سنت گھر میں ادا فرماتے تھے۔ اس لئے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فرمانا کہ ولم اکن اراهما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ دو رکعتیں پڑھتا نہیں دیکھا) کچھ مستبعد نہیں ہے۔ نیز ظہر کی چار سنتیں بھی آپ ﷺ اپنے گھر میں ادا فرماتے تھے۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے ان کا ذکر بھی نہیں کیا۔

Marfat.com

بعض علماء نے ''نہ دیکھنے کی'' یہ توجیہ بھی کی ہے کہ اس وقت تک نہیں دیکھا' جب حضرت حفصہؓ نے خبر دی تھی' اس کے بعد دیکھنے کی نوبت آئی تھی، کیونکہ بعض روایات میں حضرت ابن عمرؓ کا اپنا مشاہدہ بھی اِن سنتوں کے متعلق نقل ہوا ہے۔ رمقت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم شھرا یقرأ بھما ای بسورتی الاخلاص والکافرون فی رکعتی الفجر فھذا صریح فی انہ رأہ یصلیھما ۔(مناوی ج۲ص۱۰۲)(میں نے حضور ﷺ کا ایک ماہ تک سنت فجر میں سورت کافرون اور سورت اخلاص پڑھنے کا مشاہدہ کیا ہے تو یہ روایت اس بات میں صریح ہے کہ ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کو سنت فجر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے)

(۲۷۳/۲۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ یَحْیَی بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ نِ الْحَذَّآءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَهَا رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَ الْعِشَآءِ رَکْعَتَیْنِ وَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَیْنِ

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابوسلمة یحییٰ بن خلف نے بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے بشر بن مفضل نے خالد حذاء کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن شقیق سے نقل کی ۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے نوافل کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے دو رکعت ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے قبل بتلائیں۔

راوی حدیث (۵۴۵) ابوسلمة یحیی بن خلفؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ظہر کے چار رکعت سنت :

سننِ مؤکدہ میں حنفیہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے، جو روایت میں مذکور ہے، البتہ ظہر کی سنتوں میں اختلاف ہے۔ ظہر سے قبل کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار ہیں، جو

Marfat.com

مؤکد ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت، صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے۔ (بخاری)

(۲۷۴/۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ ضَمْرَةَ یَقُوْلُ سَاَلْنَا عَلِیًّا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ اِنَّکُمْ لَاتُطِیْقُوْنَ ذٰلِکَ قَالَ قُلْنَا مَنْ اَطَاقَ مِنَّا ذٰلِکَ صَلّٰی فَقَالَ کَانَ اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا کَهَیْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَ اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا کَهَیْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰی اَرْبَعًا وَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَ بَعْدَهَا رَکْعَتَیْنِ وَ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا یَفْصِلُ بَیْنَ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ بِالتَّسْلِیْمِ عَلَی الْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیّٖنَ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعبہ نے ابواسحٰق کی وساطت سے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عاصم بن ضمرۃ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ عاصم بن ضمرۃؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کے ان نوافل کے متعلق استفسار کیا، جن کو آپؐ دن میں پڑھتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اوپر چڑھ جاتا، جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے، اُس وقت حضور اکرم ﷺ دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہو جاتا، جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے، تو اس وقت چار رکعت (چاشت کی نماز جس کا مفصل بیان دوسرے باب میں آرہا ہے) پڑھتے تھے، ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت (یہ چھ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں) اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر ملائکہ مقربین اور مؤمنین پر سلام بھیجتے تھے۔

راوی حدیث (۵۴۶) عاصم بن ضمرۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیں۔

دن میں پڑھے جانے والے نوافل :

من النهار !دن کو پڑھے جانے والے نوافل کے متعلق استفسار کیا گیا، کیونکہ رات کے نوافل یعنی تہجد وغیرہ کے معمولات ان کو پہلے سے معلوم تھے، تہجد کی روایات کثرت سے منقول ہیں اور مشہور ہیں۔

تحقیق وسوال کے ساتھ جذبۂ عمل بھی :

فقال انکم لا تطیقون ذلک تم اس کی طاقت کہاں رکھتے ہو، یعنی آپ ﷺ جیسی عبدیت، فروتنی و عاجزی، خشوع وخضوع، حسنِ اہتمام، تعدیلِ ارکان اور کمال عبدیت کے اظہار کی طاقت تم میں کہاں ہے؟ ای خشوعاً و تمام أرکان و طول رکوع و سجود و انصرافاً عن الدنیا ۔(اتحافات ص ۳۲۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مقصود تنبیہ تھی کہ محضِ سوال اور تحقیق سے کیا فائدہ جب تک عمل کی سعی نہ ہو۔

عمل نہ ہو سکے تو صرف علم بھی فائدے سے خالی نہیں :

فقلنا .... یعنی جو طاقت رکھ سکتا ہوگا، وہ پڑھے گا اور جس کی طاقت نہ ہوگی، اس کو علم تو حاصل ہو جائیگا، وہ دوسروں کو تو بتا سکے گا اور خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔
شیخ ابراہیم الیجوریؒ فرماتے ہیں ومن لم یطق ذلک منا فقد علمه ۔(مواہب ص ۲۱۴)

اشراق اور چاشت کی نماز :

کان اذا کانت الشمس !یہ پہلی بیان کردہ دو رکعت ہیں، مراد صلوٰۃ الاشراق ہے، جو سورج نکلنے کے بعد سب سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ دوسری روایات میں تصریح ہے کہ آپؐ یہ دو رکعت تب ادا فرماتے تھے، جب سورج نیزہ یا سوا نیزہ کے برابر نکل آتا تھا۔

واذا کانت الشمس ...... اِن چار رکعت سے مراد چاشت کی نماز ہے، جس کا مفصل بیان آگے آرہا ہے، جو سورج کے نکلنے کے ایک پہر بعد پڑھی جاتی ہے۔ ھی صلوٰۃ الاوابین و ورد فی الحدیث "صلاۃ الأوابین حین ترمض الفصال"

Marfat.com

(اتحافات ص ۳۲۵) یعنی جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں ریت میں جلنے لگیں، آج کل کے حساب سے کوئی نو تا گیارہ بجے کا وقت ہوسکتا ہے، یعنی زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک۔

ویصلی قبل الظهر اربعاً هی سنة الظهر القبلية وبعدها رکعتین هی السنة البعدية و بقية الحديث واضح (اتحافات ص ۳۲۵) (اور ظہر سے پہلے آپ چار رکعات پڑھا کرتے یہ ظہر سے پہلے کی سنتیں ہیں اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھتے اور یہ ظہر کے بعد کی سنتیں ہیں اور باقی حدیث کا مطلب واضح ہے)

تسلیم بین الرکعتین سے مراد:

یفصل بین کل رکعتین بالتسلیم ...... اس سے التحیات بھی مراد ہو سکتا ہے۔ یعنی التحیات میں دعا وسلام کے کلمات پڑھنا ہے۔ لہٰذا حدیث میں جہاں جہاں چار رکعت کا بیان کیا گیا ہے، سب کو شامل ہے، کیونکہ روایت میں "النبیین و من تبعهم" (انبیاءؑ اور جن لوگوں نے ان کی اتباع اور تابعداری کی ہو) کی تصریح موجود ہے، جس کا تقاضا ہے کہ سلام سے آخری ختم صلوٰۃ کا سلام مراد نہیں، بلکہ التحیات کا سلام مراد ہے اور آخری سلام تو صرف مخاطبین پر ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: "اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے صرف دو رکعت پر سلام پھیرنا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ اِن چار رکعتوں میں جو عصر سے قبل پڑھی جاتی تھیں، دو رکعت پر سلام پھیر دیتے تھے، عصر کے نوافل دو رکعت اور چار رکعت دونوں طرح ثابت ہیں، خود حضرت علیؓ سے بھی دونوں روایتیں ہیں"۔ (خصائل) البتہ یہاں تسلیم علی الملائکۃ سے مراد تسلیم فی النیۃ ہوگا۔

جیسے علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، فیسن للمسلم منها ان ینوی بقوله السلام علیکم من علی یمینه و یساره و خلفه من الملائکة و المؤمنین" (جمع ج ۲ ص ۱۰۴) (پس سلام پھیرنے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ السلام علیکم کہتے وقت دائیں بائیں اور پیچھے موجود فرشتوں اور مومنین کی نیت کیا کرے)

Marfat.com

ایک اہم نکتہ :

مذکورہ روایت میں "ومن تبعھم کے بعد من المؤمنین والمسلمین کے اضافہ کے متعلق ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں، ولعل الجمع بین الوصفین مع ان موصوفھما واحد للاشارۃ الی انقیادھم الباطنی والظاھری والجمع بین النسبۃ العلمیۃ والمباشرۃ العملیۃ (جمع ج۲ص۱۰۴)(المواہب ص۲۱۵) (اور شاید یہ دو اوصاف (ایمان واسلام) کے درمیان اجتماع باوجودیکہ ان کا موصوف ایک ہی ہے یہ اشارہ ہو کہ وہ لوگ ظاہری اور باطنی طور پر تابعداری اختیار کرنے والے اور وہ نسبتِ علمیہ (اعتقادیات) اور نسبتِ عملیہ کے اوصاف کے جامع ہیں)

حاصلِ باب :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ باب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

" أربعة و عشرون حديثا قدمها لنا الامام الترمذى فى عبادة التطوع لرسول الله صلى الله عليه وسلم ـ ولم يتعرض الإمام الترمذى فى الباب الفرائض ، فكيف كان وقته يسمح لذلك كله؟

وهذا مع الجهاد و مصالح العباد ، و شوؤن البيت و غير ذلك من الامور الجسام لعل الذين يضيعون أوقاتهم فى غير طائل ، يقتدون بهذا العمل لتوجيهى ، وهذه التربية المصفاة .

قال الشاعر :

إذا عاش الفتى ستين حولا — فنصف العمر تمحقه الليالى
و نصف النصف يمضى ليس — يدرى بغفلته يمينا من شمال
وباقى النصف آمال و حرص — و شغل بالمكاسب و العيال
و باقى العمر أسقام و شيب — و آفات تدل على انتقال
فحب المرء للحيوان جهل — و قسمته على هذا التوالى

Marfat.com

و للرواتب من النوافل حكمة جليلة قال فی الاكمال إن أوقات الصلوات تفتح فيها أبواب السماء ، و يستجاب فيها الدعاء ، فرغب فی تكثير النوافل حينئذ . قالوا و تقديم النوافل على الفرائض ليأنس العبد بالصلاة المفروضة ليكون فيها من الخاشعين (اتحافات ص۳۲۶) (امام ترمذیؒ نے صرف حضور ﷺ کی نفلی عبادت کے متعلق بھی چوبیس (۲۴) احادیث کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس نے باب میں فرائض کا تذکرہ نہیں کیا اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ آپؐ ان کے لئے وقت میں کتنی وسعت اور فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوں گے اور عبادت خداوندی میں ہمہ تن مصروفیت کے ساتھ ساتھ جہاد، لوگوں کے مصالح، گھریلوں ضروریات کے علاوہ دیگر بڑے اہم امور میں مصروفیات ہوا کرتیں ان امور کے تذکرے سے شاید وہ لوگ جو اپنے قیمتی اوقات کو فضول اور بے مقصد کاموں میں لگائے رکھتے ہیں کچھ غور وفکر کر کے اپنے اوقات کو آپؐ کی پیروی کر کے با مقصد اور اہم امور میں مصروف رکھا کریں۔ شاعر کہتے ہیں کہ جب ایک نوجوان ساٹھ سال زندگی گزار دے تو گویا آدھی عمر کو راتوں کی غفلت وغیرہ نے گھٹا دیا اور پھر آدھی عمر کا نصف تو ایسے گزرتا ہے کہ وہ اپنی غفلت میں دائیں بائیں کی تمیز بھی نہیں کرسکتا اور باقی نصف آرزؤں لالچ، کسبِ معاش اور اہل وعیال کی مشغولیت میں لگ جاتا ہے۔ اور باقی بیماریوں بڑھاپے اور ایسے آفات ومصائب جو موت وانتقال کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے انسان کو زندگی سے محبت کرنا جہالت ہی ہے اور اس کی تقسیم اسی طور طریقہ پر ہی ہے۔ اور سنن ونوافل کے اہتمام کرنے میں بہت سے فوائد اور حکمتیں مضمر ہیں۔ اکمال میں ہے کہ اوقات نماز میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان اوقات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اس لئے ایسے قیمتی اوقات میں نوافل کی کثرت میں رغبت اور الفت پیدا کریں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نوافل وسنن کی فرائض پر تقدیم اس غرض ومقصد کے لئے ہوتی ہے تاکہ بندہ فرض نمازوں کے ساتھ مانوس ہوجائے تاکہ گروہ خاشعین سے ہوجائے)

علامہ مناویؒ اس مقام پر خاتمہ کا عنوان قائم کرکے ایک ضابطہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں، قال ابن دقيق العيد ، ضابط ماورد فيه احاديث بالنسبة الى النوافل المرسلة

Marfat.com

ان کل خبر صحیح دل علی استحباب عدد من الاعداد و هیئة من الهیئات اونفل من النوافل یعمل به فی استحبابه ...... ثم یختلف مراتب ذلک المستحب فما دل الدلیل علی تاکده اما بملازمة فعله اوبکثرة فعله و اما بقوة دلالة اللفظ علی تاکد حکمه و اما بمعاضدة خبر آخر تعلو رتبته فی الاستحباب ومانقص عن ذلک فهو بعده فی الرتبة ...... وما ورد فیه حدیث لاینتهی للصحة فان کان حسنا عمل به ان لم یعارضه اقوی منه و مرتبته ناقصة عن الرتبة الثانیة اعنی الصحیح الذی لم یدم علیه اولم یؤکد اللفظ فی طلبه، وما کان ضعیفا لایدخل فی حیز الموضوع فان احدث شعارا فی الدین منع والااحتمل ان یقال یستحب لدخوله تحت العمومات المقتضیة لفعل الخیر و ندب الصلوة و احتمل ان یقال هذه الخصوصیات بالوقت والحال والهیئة فاللفظ یحتاج لدلیل خاص لیقتضی استحبابه بخصوصه وهذا اقرب اھ۔ (مناوی ج۲ ص۱۰۴)

(ابن دقیق العیدؒ نے کہا کہ نوافل مرسلہ کے متعلق واردشدہ احادیث کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر حدیث صحیح جب اعداد میں سے کسی عدد یاہیئات اور کیفیات میں سے کسی کیفیت اور یا کسی نفل کام کے مستحب ہونے پر دلالت کرے تو استحبابی طور سے اس پر عمل کیا جائے گا ہاں استحباب کے مراتب درجات مختلف ہوں گے یعنی جب کوئی دلیل اس کے مؤکد ہونے پر دال ہو جیسے وہ فعل یا تو بطور دوام کیا جاتا تھا یا اس کو بہت زیادہ کرتے تھے اور یا پھر اس کے حکم پر الفاظ وعبارت ہی میں تاکید نمایاں ہو یا پھر کسی دوسری حدیث وخبر سے اس کی مزید تاکید ہو رہی ہو تو یہ استحباب کے اعلیٰ درجہ کی قسم ہے اور جو اس سے کچھ کم ہو تو اس کا درجہ بھی پہلے سے بعد میں ہوگا اور جس فعل کے مستحب ہونے کے متعلق ایسی حدیث وارد ہو جو صحیح کے درجہ کو نہیں پہنچی ہے۔

تو پھر اگر وہ حسن کے درجہ میں ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ اس کے معارض کوئی ایسی حدیث نہ ہو جو اس سے قوی تر ہو اور اس کا مرتبہ ناقص اور کم ہوگا دوسرے درجہ کی روایت سے یعنی اس حدیث صحیح سے جس سے ایسے فعل کا استحباب معلوم ہوا تھا جس پر دوام کا التزام نہیں ہوا یا اس کے کرنے میں مؤکد الفاظ اور کلمات استعمال نہیں ہوئے تھے اور اگر وہ حدیث ضعیف درجہ کی ہو تو اگر اس کی وجہ سے کوئی نیا طریقہ (بدعت) دین میں ایجاد

Marfat.com

ہونے کا خطرہ ہو تو پھر وہ ممنوع ہوگا ورنہ احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ مستحب ہے کیونکہ یہ ان عمومی روایات میں سے ہوگا جو نماز اور دوسرے نیکی کے امور کے استحباب کے مقتضی ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت حال یا کیفیات کے ساتھ مخصوص ہوں تو پھر لفظ ایک ایسی دلیلِ خاص کا محتاج ہوگا جو بالخصوص اس کے استحباب کی مقتضی ہو۔ اور یہ توجیہ وتطبیق اقرب ہے)

==============================

Marfat.com

باب صلوٰۃ الضحیٰ

باب ! نمازِ چاشت کے بیان میں

ضحیٰ کا معنیٰ اور وقت کی تعین :

ضحی 'قری کی طرح ضحوۃ کی جمع ہے۔ضحوۃ اوّلِ نہار کو کہتے ہیں۔سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوالِ آفتاب تک وقتِ ضُحیٰ ہے۔شارحینِ حدیث نے اس کے تین نام نقل کئے ہیں۔

(۱)ضحوۃ' ذلک عند الشروق (۲)ضحی ذلک اذا ارتفعت الشمس (۳) ضحاء ذلک الی الزوال (ضحوہ سورج نکلنے سے روشن ہونے تک کو کہتے ہیں (۲) ضحیٰ جب سورج خوب چڑھ جائے (۳) ضحاء۔سورج کے خوب چڑھنے سے زوال تک) حنفیہ کے نزدیک چوتھائی دن کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت ہے۔ فالضحی اسم لزمن مخصوص والإضافة هنا بمعنیٰ فی : ای الصلوٰۃ التی تصلی فی الضحیٰ (اتحافات ص ۳۲۷)(تو ضحیٰ ایک مخصوص وقت کا نام ہے اور صلوٰۃ الضحیٰ میں اضافت بمعنی فی کے ہے یعنی وہ نماز جو ضحیٰ (چاشت) کے وقت میں پڑھی جاتی ہے)

طلوعِ شمس سے لے کر ظہر سے پہلے پہلے تین نماز ادا کی جاتی ہیں۔سورج طلوع ہونے کے بعد دس پندرہ منٹ (کہ اس میں نماز مکروہ ہے) جب سورج نیزے 'سوا نیزے کے برابر ظاہر ہو جاتا ہے، اس وقت نماز اشراق ادا کی جاتی ہے۔اشراق کے دو تین گھنٹے گذرنے کے بعد چاشت کا وقت شروع ہوتا ہے، جو نو' دس بجے سے قبل استواء تک رہتا ہے ۔اس وقت پڑھی جانے والی نفل نماز کو چاشت کہتے ہیں۔ لکن الأفضل تاخيرها الی ان يمضی ربع النهار ليكون فی كل ربع صلوة ۔ (مواہب ص ۲۱۵)(لیکن اس میں چوتھائی دن گزرنے تک تاخیر اس لئے افضل ہے تا کہ دن کی ہر چوتھائی میں نماز ہو) جسے

Marfat.com

بعض روایات میں صلوٰۃِ اوّابین کا نام بھی دیا گیا ہے۔اس کا نام ضحیٰ ہے اور باب میں اسی کا تذکرہ ہے اور ایک صلوٰۃ الزوال ہے، جس کا وقت زوال سے کچھ بعد ہے۔ انہی کا تذکرہ علامہ ملا علی قاریؒ ان الفاظ سے فرماتے ہیں، وانّ ما وقع فی اوائلہ یسمی صلوٰۃ الاشراق و ماوقع فی اواخرہ یسمٰی صلوٰۃ الزوال و ما بینھا یختص بصلوٰۃ الضحٰی ۔(جمع ج٢ص١٠٤) اور کبھی صلوٰۃ ضحٰی سے تینوں نمازیں مراد لی جاتی ہیں۔اس باب کے تحت امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں۔

صلوٰۃِ ضحٰی کی فضیلت :

صلوٰۃ ضحٰی کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔شارحینِ حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذاہب ذکر کئے ہیں۔ احناف اسے مستحب قرار دیتے ہیں اوجز المسالک میں پچیس (٢٥) صحابہ کرامؓ کی روایات نقل کی گئی ہیں۔ أخرج مسلم عن رسول اللہ ﷺ قال یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة، فکل تسبیحة صدقة و کل تحمیدة صدقة، وکل تھلیلة صدقة و کل تکبیرة صدقة و امر بالمعروف صدقة و نھی عن المنکر صدقة، ویجزی عن ذلک رکعتان یرکعھا من الضحٰی ۔(اتحافات ص٣٣١) (امام مسلمؒ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ (صبح صحت وسلامتی کے ساتھ اٹھنے پر) ہرانسان کے ہر جوڑ کے بدلہ صدقہ ہے پھر اس کا سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور الحمدللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے نیکی کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے اور برائی سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔اوران سب سے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھ لینا کافی ہے)

یہ نماز چار رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک میں ادا کی جاتی ہے۔امام احمدؒ سے روایت ہے،من حافظ علی صلاة الضحٰی غفرت له ذنوبه و ان کانت مثل زبد البحر...... (جس شخص نے چاشت کی نماز کا اہتمام کیا تو اس کے سب گناہ ولغزشیں معاف کردی جائے گی اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں) اس نماز پر مواظبت کرنے والے کو دو حجوں اور دو عمروں کا ثواب ملتا ہے

Marfat.com

(۲۷۵/۱) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ نَعَمْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَ يَزِيْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوداؤد طیالسی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شعبۃ نے یزید رشک کے واسطہ سے۔ یزید کہتے ہیں کہ میں نے معاذہؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ معاذہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں چار رکعت (کم سے کم) پڑھتے تھے اور اس سے زائد جتنا دل چاہتا پڑھ لیتے۔

راویان حدیث (۵۴۷) یزید الرشکؒ اور (۵۴۸) معاذہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

صلواۃ ضحٰی اور تعدادِ رکعت :

أربع رکعات ویزید ماشاء اللہ عزوجل ! شارحینِ حدیث کہتے ہیں کہ صلوٰۃ ضحٰی نوافل ہیں۔ کم سے کم دو اور زیادہ کے لئے تحدید نہیں، جتنی بھی سرور وانبساط سے پڑھی جا سکیں پڑھی جائیں۔ تاہم حضور اقدس ﷺ سے بارہ (۱۲) رکعت تک پڑھنا ثابت ہے۔

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح اور ضعیف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے آٹھ رکعات سے زیادہ یہ نماز نہیں پڑھی اور بارہ رکعت سے زیادہ پڑھنے کی ترغیب بھی نہیں دی اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے، لکن باستقراء الاحادیث الصحیحۃ و الضعیفۃ علم انہ لم یزد علی الثمان و لم یرغب اکثر من اثنتی عشرۃ (جمع ج۲ص۱۰۶) (احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کے تتبع اور تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ آپؐ نے چاشت کی نماز آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی اور بارہ رکعت سے زیادہ کی ترغیب نہیں دی)

حدیث باب سے متعلق ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، وفیہ دلیل علی ان الاربع ھو

Marfat.com

الافضل من حیث مواظبته صلی اللّٰہ علیه وسلم والزیادة علیه احیاناً و یدل علیه اکثر الاحادیث الواورة فی ذلک و کحدیث ابی الدرداء و ابی ذر عند الترمذی مرفوعاً عن اللّٰہ تعالیٰ ابن آدم ارکع لی اربع رکعات اول النهار اکفک آخره ۔ (جمع ج۲ص۱۰۶) (اور حدیث باب میں چار رکعت نماز چاشت پڑھنے کے افضل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کی چار رکعت نمازِ چاشت پڑھنے پر مواظبت ہوا کرتی تھی اور کبھی کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھ لیا کرتے نیز چار رکعت نماز چاشت کی افضلیت پر اکثر احادیث بھی دال ہیں اور جیسے کہ ترمذی کے نزدیک ابودرداءؓ اور ابوذرؓ سے حدیث قدسی منقول ہے اے ابنِ آدم! تو میری رضا کے لئے چار رکعت شروع دن میں پڑھ لے میں تیرے دن کے سارے امور کے لئے کافی ہو جاؤں گا)

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں انیس (۱۹) صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو صلوٰۃ الضحٰی پڑھتے دیکھا ہے، حتی قال ابن جریر اخبارها بلغت حد التواتر ۔ (مواھب ص۲۱۶) (تا آنکہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز کے متعلق احادیث حدِ تواتر کو پہنچے ہیں)

(۲۷۶/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنِیْ حَکِیْمُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الزِّیَادِیُّ حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ الرَّبِیْعِ الزِّیَادِیُّ عَنْ حُمَیْدِ الطَّوِیْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الضُّحٰی سِتَّ رَکَعَاتٍ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اسے حکیم بن معاویہ زیادی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت زیاد بن عبیداللہ بن ربیع زیادی نے حمید طویل کے حوالہ سے بیان کی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ صلوٰۃ الضحٰی یعنی چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے

راویان حدیث (۵۴۹) حکیم بن معاویہؒ اور (۵۵۰) زیاد بن عبیداللہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

چھ رکعت کی بات :

کان یصلی الضحی ستّ رکعات ! گذشتہ حدیث میں اربع رکعات و یزید ماشاء اللّٰہ منقول ہوا ہے۔ مختلف حالات اور کیفیات کے پیش نظر تعدادِ رکعات میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ کم از کم دو رکعت' عام معمول چار رکعت' زیادۃ کا معمول آٹھ رکعت اور گاہے گاہے بارہ رکعت بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں : فالحاصل أنه صلاها تارۃ رکعتین و هو اقلها و تارۃ اربعًا و هو اغلب احواله و تارۃ ستا و تارۃ ثمانیة و هو اکثرها فضلا و عددا علی الراجح و قیل افضلها ثمان و اکثرها اثنتا عشرۃ (مواہب ص۲۱۶)

(۳/۲۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ مَا اَخْبَرَنِیْ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اِلَّا اُمُّ هَانِیءٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَیْتَهَا یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِیَ رَکَعَاتٍ مَارَاَیْتُهٗ صَلّٰی صَلٰوۃً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَیْرَ اَنَّهٗ کَانَ یُتِمُّ الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر دی شعبہ نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے روایت کی۔ عبدالرحمٰنؒ ایک تابعی کہتے ہیں کہ مجھے امّ ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی نے حضور اکرم ﷺ کی صلوٰۃ الضحیٰ کی خبر نہیں پہنچائی۔ البتہ حضرت امّ ہانیؓ نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ اُس روز جس روز مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا، ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ میں نے ان آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر حضور اکرم ﷺ کی کبھی کوئی نماز نہیں دیکھی، لیکن باوجود مختصر ہونے کے رکوع، سجود پورے پورے فرما رہے تھے یہ نہیں کہ مختصر ہونے کی وجہ سے رکوع اور سجدے ناقص ہوں۔

Marfat.com

راویان حدیث (۵۵۱) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ؒ اور (۵۵۲) ام ھانی ؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

دیگر صحابہ ؓ سے عدم روایت کی حقیقت :

ما اخبرنی احد ...... عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے اس کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نماز کا علم سوائے امّ ہانی کے کسی اور صاحب کو تھا ہی نہیں۔ شیخ ابراہیم الیجوریؒ فرماتے ہیں...... والمنفی انما هو اخبار غیر ام هانی لعبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بصلوٰة النبی صلوٰة الضحیٰ و هو لاینافی ما تقلم مِن ان اکابر الصحابة تسعة عشر شهدوا ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلیها و من ثم قال ابوزرعة ورد فیها احادیث کثیرة صحیحة مشهورة حتی قال ابن جریر انها بلغت حد التواتر (مواہب ص ۲۱۷) (عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی کا یہ کہنا کہ مجھے ام ھانی ؓ کے علاوہ حضور ؐ کی چاشت نماز پڑھنے کی روایت کا تذکرہ کسی نے نہیں کیا تو یہاں منفی صرف یہ ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کو حضور ﷺ کی نمازِ چاشت کا علم ام ھانی ؓ کے علاوہ کسی دوسرے کے خبر دینے کی ہے۔ اور یہ بات سابقہ انیس (۱۹) صحابہ ؓ سے مروی شدہ روایت کے خلاف نہیں جس میں وہ شہادت دیتے ہیں کہ نبی علیہ السلام (نماز چاشت) پڑھا کرتے تھے اور اسی لئے تو امام ابوزرعہ نے کہا ہے کہ اس سلسلہ میں تو بہت سے احادیث صحیحہ مشہورہ وارد ہوئی ہے ابن جریرؒ نے تو اس حد تک کہہ دیا کہ نمازِ چاشت کے بارے میں احادیث درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں)

ایک تعارض کا حل :

دخل بیتها یوم فتح مکة ...... (حضور ﷺ فتح مکہ کے دن ام ھانی ؓ کے گھر گئے) جبکہ بعض دیگر روایات میں اس کے بالعکس ہے، یعنی دخلت امّ هانی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم (ام ھانی ؓ حضور ﷺ کے پاس آئیں) شارحینِ حدیث نے تطبیق کی مختلف توجیہات نقل کی ہیں۔ راجح یہ ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہوں گے اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ ؐ جب امّ ہانی کے گھر تشریف لے گئے، تو دخل بیتها

Marfat.com

صادق ہوگیا، مگر حضرت امّ ہانی اس وقت گھر میں موجود نہیں تھیں۔ بعد میں جب وہ اپنے گھر تشریف لائیں تو وہ دخلت امّ ھانی علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی مصداق قرار پائیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ نماز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی ہے یہ چاشت کی نماز نہ تھی بلکہ مکۃ المکرّمہ کے فتح ہونے پر شکرانہ کی نماز تھی۔ حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی مسرت کی بات ہوتی تو شکرانہ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اِن رکعات میں سے کچھ حصہ چاشت کی نماز ہو اور کچھ حصہ شکرانہ کی نماز ہو''۔ (خصائل)

تخفیفِ رکعات کیوں ؟

اخف منھا ...... شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نمازِ چاشت میں پیغمبر خدا ﷺ کی قرأت لمبی ہوتی تھی۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ فتح مکہ کے دِن مشاغل اور مشکل ذمہ داریوں کے پیشِ نظر اس نماز کی قرأت کو نہایت مختصر فرمادیا ہو۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں

و انما خفف یوم الفتح لاحتمال انه قصد التفرغ لمهمات الفتح لکثرة شغله به۔ (جمع ج۲ ص۱۰۹)

(۲۷۸/۴) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا وَ کِیْعُ حَدَّثَنَا کَهْمَسُ ابْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ یَّجِیْءَ مِنْ مَغِیْبِه.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی عمر نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے وکیع نے بیان کیا۔ اُن کو یہ حدیث کہمس بن حسن نے عبداللہ بن شقیق کے حوالہ سے نقل کی۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے۔ ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے۔

Marfat.com

صلوٰۃ ضحٰی پڑھنے کا معمول کیا تھا :

قالت لا الّا ان یجئی من مغیبه ! ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا، معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے، ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے تھے۔ لفظی ترجمہ میں لفظِ معمولاً کا اضافہ کر کے تعارض روایات کے اشکال کا جواب دے دیا گیا ہے۔

حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب' حضرت معاذۃ رضی اللہ عنہا کے جواب کے بالعکس ہے۔ وہاں قطعاً اثبات اور یہاں بظاہر نفی ہے۔ شارحینِ حدیث کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نفی مداومت کی ہے، جو کبھی کبھی پڑھنے کے منافی نہیں ہے۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، ای لم یکن یداوم علی صلوتها فقولها هنا لا نفی للمداومة ۔ (مواہب ص ۲۱۷)

تعارضِ روایات سے جواب :

الّا ان تجئی من مغیبه ! حضور اقدس ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ اکثر سفر سے واپسی پر صبح کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوتے اور پہلے مسجدِ نبوی میں تشریف لے جا کر نوافل ادا فرماتے اور یہ عموماً چاشت کا وقت ہوا کرتا تھا، پھر وہیں تشریف رکھتے۔

کعب بن مالک سے روایت ہے، انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان لایقدم من سفره الانهارا من الضحی فاذا قدم بدأ بالمسجد اوّل قدومه فصلّٰی فیه رکعتین ثم جلس فیه۔ (مواہب ص ۲۱۷) لہٰذا بعض علماء نے اسی طرح تطبیق کی ہے کہ سفر سے لوٹنے کے علاوہ اور ایام میں مسجد میں نہیں پڑھتے تھے، بلکہ گھر میں پڑھتے تھے۔ گویا حدیث میں نفی خاصۃً مسجد میں پڑھنے کی مقصود ہے کہ مسجد میں جب ہی پڑھتے تھے، جب سفر سے واپس تشریف لاتے ۔ (خصائل)

(۲۷۹/۵) حَدَّثَنَا زِيَادُ ابْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ

Marfat.com

مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَايَدَعُهَا وَ يَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَايُصَلِّيْهَا.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں زیاد بن ایوب بغدادی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے محمد بن ربیعہ نے فضیل بن مرزوق کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عطیہ سے سُنی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ سے نقل کیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ صلوٰۃ الضحٰی کبھی تو اس قدر اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم لوگوں کا یہ خیال ہوتا تھا کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے اور حضور اکرم ﷺ کبھی (فرض ہونے کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ دی۔ اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔

راویان حدیث (۵۵۳) محمد بن ربیعہ الکلابیؒ (۵۵۴) فضیل بن مرزوقؒ اور (۵۵۵) عطیہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

صلوٰۃ ضحٰی میں آپ ﷺ کا ایک اور معمول :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... صلوٰۃ ضحٰی کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا، کبھی پڑھ لیتے، کبھی ترک فرما دیتے، کبھی کم پڑھتے اور کبھی زیادہ پڑھتے۔ اس میں بھی باری تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کارفرما تھی، اگر مسلسل پڑھتے تو احتمال تھا کہ اللہ پاک اسے فرض قرار دے دیں اور اگر مسلسل ترک فرما دیتے تو لوگ اس کی برکات سے محروم رہ جاتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض امور میں حضور اقدس ﷺ کا دل چاہتا تھا کہ وہ اسے کرڈالیں، مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے تھے کہ مبادا امت پر یہ فرض ہو جائیں۔ شیخ الیجوریؒ فرماتے ہیں' والحاصل انه كان يحبها فكان يواظب عليها اياما و يتركها احيانا للخوف من اعتقاد فرضيتها (مواہب ص ۲۱۸)

(۶/۲۸۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ عَنْ هُشَيْمٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قُرْثَعٍ الضَّبِّىِّ اَوْ عَنْ قَزْعَةَ عَنْ قُرْثَعٍ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْمِنُ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدْمِنُ هٰذِهِ الْاَرْبَعَ الرَّكْعَاتِ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَآءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰى تُصَلَّى الظُّهْرُ فَاُحِبُّ اَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ قُلْتُ اَفِيْ كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ فِيْهِنَّ تَسْلِيْمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا.

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَزْعَةَ عَنِ الْقُرْثَعِ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن منیع نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ھشیم نے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبیدۃ نے ابراہیم کے واسطہ سے، اُن کو یہ حدیث ابراہیم نے سہم بن منجاب سے اور اس نے قرثع ضبی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ قزعہ عن قرثع سُن کر نقل کی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمیشہ زوال کے وقت چار رکعت پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ان چار رکعتوں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کے دروازے زوال کے وقت سے ظہر کی نماز تک کھلے رہتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی کارِ خیر اُس وقت آسمان پر پہنچ جائے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کی ہر رکعت میں قرأت کی جائے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں قرأت کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا ان میں دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں چاروں رکعات ایک ہی سلام سے ہونی چاہییں۔

بحث اسناد :

امامِ ترمذی نے ابوایوب انصاریؓ کی حدیث مذکور کو دو سندات سے ذکر کیا ہے۔
(۱) اپنے شیخ احمد بن منیع عن ھشیم ...... کے واسطہ سے جس میں یہ شک ہے کہ سھم بن منجاب عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری ہے یا عن قزع عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری ہے۔ (۲) اپنے شیخ احمد بن منیع حدثنا ابو معاویة ...... کے واسطہ سے، جس میں بلاشک عن قزعة عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری ہے۔ اس کی وجہ علامہ مناویؒ

Marfat.com

نے نقل فرماتے ہوئے لکھا ہے قال القسطلانی کذا وقع فی هذه الروية (الاولیٰ) بالشک و فی طریق ابی معاوية عن قزعة بلاشک ...... قال بعضهم ابو معاوية المذکور هو هشیم و فيه تأمل لانه لو کان کذلک فليس لا يراد المؤلف الاسناد بعينه و قوله فی آخره نحوه کبير فائدة فيحتمل ان يكون ابو معاوية هو محمد بن خازم او شيبان النحوی و يحتمل ان مراد المؤلف ان ابن منيع رواه تارة عن هشيم علی التردد و تارة علی الجزم ۔(مناوی ج ۲ص ۱۱۲)(علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں اسی طریقہ سے اسی روایت (پہلی) میں شک کے ساتھ واقع ہوا (کہ سھم بن منجاب قرثع سے اور وہ ابوایوب انصاری سے روایت کرتے ہیں یا سھم قزع سے اور وہ قرثع سے اور وہ ابوایوب انصاری سے روایت کرتے ہیں) اور ابو معاویہ عن قزع کے طریق (سند) میں بغیر شک کے اسی طرح ہے کہ (عن قزعة عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری) بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابو معاویہ مذکورہ وہ ھشیم ہی ہیں لیکن یہ کہنا قابل تأمل ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو مصنفؒ کا اسناد کو بعینہ ذکر کرنا اور پھر اس کے آخر میں نحوہ (کہ اس کے مثل ہے) کہنے کا کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا تو یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ ابو معاویہ وہ محمد بن خازم یا شیبان نحوی ہوں اور یہ احتمال بھی ہے کہ مصنفؒ کی مراد یہ ہو کہ احمد بن منیع کبھی تو ہشیم سے شک کی صورت میں اور کبھی یقینی طور پر روایت کرتے ہیں)

راویان حدیث (۵۵۶) عبیدہؒ وابراھیمؒ (۵۵۷) سھم بن منجابؒ (۵۵۸) قرثعؒ اور (۵۵۹) قزعۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

صلوٰۃ الزوال کی حقیقت :

کان یلمن اربع رکعات ......یلمن ہمیشگی کرتے تھے ۔ ای یداوم (مواہب ص ۲۱۸) عند زوال الشمس 'یہاں عند بمعنی بعد کے ہے، ای عقبه لعدم التراخی کانها عنده ۔ (مواہب ص ۲۱۸) یعنی زوال کے بعد چونکہ زوال کے بعد بلا تاخیر پڑھا کرتے اس لئے اس کو عند زوال الشمس سے تعبیر کیا گیا) صوفیاء کرام صلوٰۃ الزوال کو ایک مستقل نماز قرار دیتے ہیں، مگر محدثین حضرات ان چار رکعت سے ظہر کی سنتیں مراد لیتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ زوال کے بعد اور ظہر سے پہلے پہلے ان چار رکعت سنت کے علاوہ دوسری کوئی نماز نہیں ہے۔ جن پر آپ ﷺ نے مداومت فرمائی ہو۔ وهذه الصلوة هي سنة الزوال و قيل سنة الظهر القبلية و يبعد الاول التعبير بالادمان المراد به المواظبة اذلم يثبت انه صلى الله عليه وسلم واظب على شئي من السنن بعد الزوال الاعلىٰ راتبة الظهر (مواہب ص۲۱۸) (اور یہ چار رکعات زوال کے بعد یہ سنت زوال ہیں اور بعض حضرات اس کو ظہر سے پہلے کی سنتیں کہتے ہیں حدیث میں ادمان یعنی مواظبت سے پڑھنے کے قرینہ نے پہلے معنیٰ کو بعید قرار دے دیا اس لئے کہ آپ ؐ سے زوال کے بعد سنن ظہر کے علاوہ دوسرے سنن پر دوام ثابت نہیں ہے)

ایک اشکال کا جواب :

جب یہ صلوٰۃ الضحیٰ نہیں تو امام ترمذیؒ نے اسے اس باب کے تحت کیوں درج کیا۔ شارحینِ حدیث فرماتے ہیں (۱) کہ اس وقت چاشت کی نماز کا منتہیٰ تھا۔ اس لئے تبعاً یہاں ذکر کر دیا گیا۔ (۲) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے، اس کا محل گذشتہ باب ہے، جیسا کہ بعض نسخوں میں یہ گذشتہ باب میں نقل بھی ہوئی ہے۔

سوال کی حکمت :

فقلت ! سوال کی غرض اس کی حکمت وفضیلت کا استفہام ہے۔ هو الاستفهام عن حكمة ذلك۔ (اتحافات ص۳۳۰) حضور اقدس ﷺ کا جواب واضح ہے۔ تفتح ! آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ لصعود الطاعة و نزول الرحمة۔ (اتحافات ص۳۳۰) (طاعت اور نیکیوں کے چڑھنے اور رحمت خداوندی کے نزول کے لئے) فاحبّ ! شیخ عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں۔ قد يراد بالصعود القبول۔ (اتحافات ص۳۳۰) (کہ کبھی صعود (اوپر جانے) سے مراد قبول ہونا ہوتا ہے)

چار رکعت نوافل سلامِ واحد سے :

هل فيهن تسليم فاصل قال لا ' یہ مسئلہ ماقبل باب کی آخری حدیث میں

Marfat.com

بھی بیان ہو چکا ہے۔ یفصل بین کل رکعتین بالتسلیم علی المقربین والنبیین و من تبعھم من المؤمنین والمسلمین ' یعنی آپ ﷺ دو دو رکعت سلام کے ساتھ فاصلہ کرتے تھے۔احناف کہتے ہیں، یہ سلامِ فصل نہیں، بلکہ مومنین پر سلام ہے۔ یہ سلام چار رکعت کے درمیان بھی ہے کہ دو رکعت کے درمیان گویا فاصل ہے اور فاصل نہیں بھی کہ سلام نہیں پھیرا جاتا بلکہ ایک سلام سے چار رکعت مکمل کر لئے جاتے ہیں امام اعظمؒ کے نزدیک نوافل چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہیں...... قال الافضل اربعاً اربعاً لیلاً ونھارا و وافقہ صاحباہ فی النھار دون اللیل۔(مواہب ص۲۱۹) (علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نوافل چار چار رکعات پڑھنا رات اور دن دونوں میں افضل ہیں اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ ومحمدؒ) نے امام صاحب کی دن میں نہ کہ رات میں موافقت کا قول کیا ہے)

(۲۸۱/۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْدَاوٗدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ الْوَضَّاحِ عَنْ عَبْدِ الْکَرِیْمِ الْجَزَرِیِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ قَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفَتَّحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَلِیْ فِیْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوداؤد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن مسلم ابن ابی الوضاح نے یہ روایت بیان کی اور انہوں نے اسے عبداللہ بن سائب سے روایت کیا۔عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ زوال کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی عملِ صالح اس وقت بارگاہِ عالی تک پہنچے۔

راویان حدیث (۵۶۰) محمد بن مسلمؒ (۵۶۱) عبدالکریم الجزریؒ اور (۵۶۲) عبداللہ بن السائبؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

حدیث باب میں ظہر سے پہلے اور بعد الزوال کے وقت کی برکت واہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے، پھر اس میں عبادت اور وہ بھی نماز' آخر اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوسکتی ہے۔نماز میں نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور باری تعالیٰ سے مناجات و مذاکرات ہیں۔حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو زوالِ آفتاب کے بعد کی سنتیں بہت پسند تھیں ۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تفتح فیها ابواب السماء و ینظر اللہ الی خلقه بالرحمة وهی صلوة یحافظ علیها آدم و نوح و ابرهیم و موسیٰ و عیسی علیهم السلام ۔(جمع ج ۲ ص ۱۱۲) (اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو نظر رحمت سے نوازتے ہیں یہ ایک ایسی نماز ہے کہ اس پر آدم ،نوح ،ابراھیم ،موسیٰ اور عیسیٰ علیهم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء نے محافظت فرمائی ہے)

(۲۸۲/۸) حَدَّثَنَا اَبُوْسَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ مِسْعَرِ ابْنِ كِدَامٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَ ذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيْهَا .

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوسلمة یحیٰ بن خلف نے یہ حدیث بیان کی۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عمر بن علی مقدمی نے مسعر بن کدام کے حوالہ سے بیان کیا۔انہوں نے یہ روایت ابواسحٰق سے روایت کی ،جنہوں نے اسے عاصم بن ضمرۃ کے واسطہ سے نقل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ بھی ان چار رکعت کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأت فرماتے تھے۔

راوی حدیث (۵۶۳) عمر بن علی المقدمیؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں

تطویلِ قراءت :

و یمد فیها ! تطویل قرأت کی طرف اشارہ ہے۔من المد بمعنی الاطالة (جمع ج ۲ ص

۱۱۴) (یمد کا لفظ مدّ سے ماخوذ ہے بمعنیٰ لمبی قراءت کے)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اِن چار رکعت میں بہتر یہ ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھے، ورنہ کوئی ایسی سورۃ جو سو آیات سے زیادہ ہوتا کہ حضور اکرم ﷺ کا اتباع طویل قرأت میں ہو جائے (خصائل)

باب ھذا میں حدیث چھ سے تا آخر تینوں روایات کا بظاہر اس باب سے تعلق معلوم نہیں ہوتا ،ویلاحظ ان الأحادیث الثلاثة الأخیرة غیر مناسبة للباب۔ (اتحافات ص ۳۳۱)

==========================

Marfat.com

بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ فِی الْبَیْتِ

باب ! نفل نماز گھر میں پڑھنے کے بیان میں

(۲۸۳/۱) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ مُّعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحٰرِثِ عَنْ حِرَامِ بْنِ مُعَاوِیَةَ عَنْ عَمِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِیْ بَیْتِیْ وَالصَّلٰوةِ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰی مَا اَقْرَبَ بَیْتِیْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَاَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَلٰوةً مَکْتُوْبَةً۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عباس عنبری نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے معاویۃ بن صالح کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی۔ اُنہوں نے یہ روایت علاء بن حارث سے حرام بن معاویۃ کے حوالہ سے بیان کی۔ اُنہوں نے یہ روایت اپنے چچا عبداللہ بن سعدؓ سے نقل کی۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنے افضل ہیں یا گھر میں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے، (جس کی وجہ سے مسجد کے آنے میں کسی قسم کی دقّت یا رُکاوٹ نہیں ہوتی ' لیکن اس کے باوجود) فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد سے زیادہ پسند ہے۔

راویان حدیث (۵۶۴) عباس العنبریؒ (۵۶۵) معاویۃ بن صالحؒ (۵۶۶) العلاء بن الحارثؒ (۵۶۷) حرام بن معاویۃؒ اور (۵۶۸) عبداللہ بن سعدؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

گھر نوافل ادا کرنا :

سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... اس سوال کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے کس قدر پیارا اور خوبصورت جواب مرحمت فرمایا کہ اے ابن سعد! یقیناً تو دیکھ رہا ہے کہ میرا گھر اسی مسجد یعنی مسجد نبوی کے کتنا ہی نزدیک ہے یعنی بغیر کسی ہچکچاہٹ' بغیر کسی رکاوٹ اور تکلیف برداشت کرنے کے مسجد نبوی میں نفل نماز ادا کرسکتا ہوں، مگر میں پسند یہی کرتا ہوں کہ علاوہ فرائض کے باقی نفل نمازیں گھر میں ہی پڑھوں۔

شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں' فمعنی الحدیث انه مع کمال قرب بیتی من المسجد صلاتی فی بیتی احب الی من صلوٰتی فی المسجد الا المکتوبة۔(مناوی ج۲ص ۱۱۵)

(حدیث کا مطلب یہ کہ باوجودیکہ میرا گھر مسجد کے بہت ہی قریب ہے لیکن پھر بھی فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے) دلیل میں صحیحین کی حدیث نقل فرماتے ہیں، افضل الصلاة صلاة المرء فی بیته الا المکتوبة (مناوی ج۲ص ۱۱۵)
(کسی شخص کے لئے زیادہ افضل نماز فرض نماز کے علاوہ گھر میں نماز پڑھنا ہے) البتہ فرائض کے علاوہ وہ نمازیں جن کا اخفا مناسب نہیں ہے۔مسجد ہی میں افضل ہیں، جیسے طواف کعبہ کی رکعتیں تحیة المسجد' صلواۃ التراویح' صلواۃ الکسوف یعنی ہر وہ نفل نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو۔

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں وکذالک یستثنیٰ من النفل ما تسن فیه الجماعة و الضحیٰ و سنة الطواف والاحرام والاستخارة وغیر ذلک۔(مواہب ص ۲۲۰)

گھر میں نوافل پڑھنے کی حکمتیں :

حدیث میں تصریح ہے کہ نوافل کا مسجد میں پڑھنے سے گھر میں پڑھنا افضل ہے' حالانکہ حدیث میں ہے مسجد نبویؐ میں ایک نماز پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے' مگر پھر بھی گھر میں نماز پڑھنے کو افضل کہا گیا ہے۔اسی طرح جامع مسجد میں ایک نماز پر پانچ سو

Marfat.com

نمازوں کا ثواب ملتا ہے، مگر نوافل گھر میں پڑھنا اس سے افضل ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ کمیت کے لحاظ سے مساجد میں نماز ادا کرنا افضل ہے، مگر کیفیت کے اعتبار سے صلواة تطوع فی البیت نفل نماز گھر میں افضل ہے' لتحصیل البرکة فی البیت و أھله و لتنزل الملائکة و لیذھب عنه الشیطان (المواہب ص۲۱۹) (اہل وعیال اور گھر میں خیر وبرکت حاصل ہونے کی غرض سے اور تا کہ رحمت کے فرشتوں کا نزول ہو اور اس گھر سے شیطان چلا جائے ولأن الصلوٰة فی البیت ابعد عن الریاء و اقرب الی الإخلاص ۔(مواہب ص ۲۲۰) (اور اس لئے بھی کہ نفل نماز کا گھر میں پڑھنا ریا وسمعہ سے بعید اور اخلاص سے زیادہ قریب ہے) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولاتتخذوھا قبورا۔(مواہب ص۲۱۹) (نفل نماز گھروں میں پڑھا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ)الا ان تکون صلواة مکتوبة ! فرض نمازوں کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے' لانھا من شعائر الاسلام ۔ (مواہب ص۲۲۰) (اس لئے کہ فرائض تو اسلام کے شعائر میں سے ہیں) اس سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنن اور واجبات بھی تطوع میں داخل ہیں، تاہم سنن مؤکدہ اور وتروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ ملحق بالفرائض ہیں۔ کیونکہ یہ مکملاتِ فرائض ہیں' لہٰذا بہتر ہے کہ آج کل انہیں مساجد میں پڑھنا چاہئے۔ امام شعرانیؒ یہی فرماتے ہیں کہ خواص بھی انہیں مسجد میں ادا کریں، ورنہ عامۃ المسلمین ان کا پڑھنا بھی چھوڑ دیں گے۔

==============================

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بیان میں

صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنٰی :

صوم کا لغوی معنٰی "الامساک" ہے، یعنی رُکنا، چاہے کھانے پینے سے ہو یا بولنے سے۔ قرآن میں بھی اس معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔ انی نذرت للرحمن صوماً ای امساکاً عن الکلام (مواہب ص ۲۲۰) (میں نے اللہ کے لئے روزہ کی نذر کی ہے یعنی لوگوں سے بات چیت سے رکنا اور خاموشی اختیار کرنا) شریعت میں صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک نیتِ معتبرہ کے ساتھ کھانے پینے اور جماع کرنے سے رک جانا روزہ ہے ، و شرعاً الامساک عن المفطرات جمیع النہار بنیة والمراد ھھنا مایشمل الفرض والنفل (مواہب ص ۲۲۰) (اور یہاں صوم سے مراد عام ہے فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے)

نفل روزوں کا معمول :

اس باب میں آپ ﷺ کے نفلی روزوں کے معمولات کا بیان ہے۔ باب میں سولہ (۱۶) حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ مہینہ میں کتنے دن روزے رکھتے تھے۔ مسلسل یا وقفہ وقفہ سے، مہینہ کے آغاز میں اور انتہا میں تین تین ایام روزے رکھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ ایامِ بیض یعنی تیرہ چودہ پندرہ (۱۳، ۱۴، ۱۵) کو تو اکثر روزے رکھنے کا معمول تھا۔ ماہِ صیام کی فرضیت سے قبل عاشورے کا روزہ فرض تھا جب شعبان ۲ھ میں روزہ فرض قرار دیا گیا تو یہ روزہ مستحب قرار پایا۔

نفل روزوں میں فلسفہ وحکمت :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے یہاں دلچسپ بحث لکھی ہے، مَن وعَن نذرِ

Marfat.com

قارئین ہے۔

اس باب سے مقصود حضور اقدس ﷺ کے نفل روزوں کا بیان ہے۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ روزے بہت رکھنے کی تھی، کبھی کبھی آپ ﷺ مسلسل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے۔ روزہ کی فضیلتیں احادیث کی کتابوں میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ کے ہر حکم میں، ہر ارشاد میں ہزاروں مصالح ہیں، حکمتیں ہیں۔ آدمی کی عقل کی اتنی پرواز کہاں ہے کہ حق تعالیٰ جلّ شانہ جیسے حکیم کی حکمتوں تک پہنچ سکے۔ ہر شخص کی جہاں تک پرواز ہے۔ وہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے دینی اور دنیوی فوائد کا ادراک کر سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اس سے بھی اونچی ہوتی ہیں، جس طرح اور احکام میں ہزاروں مصلحتیں ہیں، روزے میں بھی ہیں، من جملہ ان کے چند مصالح ظاہر اور بدیہی ہیں، جن میں سے (۱) ایک جذبۂ مواساۃ اور ہمدردی ہے، جو شخص خود بھوکا رہتا ہے، اس کو بھوکے کی ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔ جو خود بھوک کی تکلیف اُٹھاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ غریب پر کیا گزرتی ہے، بھوکے کو کس مصیبت کا سامنا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو بھوکے کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور غریب کے ساتھ ہمدردی کو بھی طبیعت تقاضا کرتی ہے۔ (۲) اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ روزہ سے قوتِ بہیمیّہ اور شہوانیہ کا زور کم ہوتا ہے۔ یہ قوت جب زور پکڑتی ہے، تو بہت سے ایسے اُمور آدمی سے سرزد ہوتے ہیں، جو دین ودنیا میں روسیاہی کا سبب بنتے ہیں، اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ......

ایں نہ عشق است آں کہ در مردم بود
ایں فسادِ خوردنِ گندم بود

یہ عشق یعنی جو آج کل لوگوں میں ہوتا ہے، وہ عشق نہیں ہے، جو بھلے آدمیوں میں ہوتا ہے، یہ پیٹ بھرنے کا فساد ہے کہ جب پیٹ بھرائی مل جاتی ہے تو ناپاک حرکتیں خوب سوجھتی ہیں اور جب بھوک کا غلبہ ہو رہا ہو تو عشق وِشق سب بھول جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو نکاح نہ کر سکتا ہو اس کو چاہئے کہ روزے کثرت سے رکھا کرے کہ یہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (۳) اس کے علاوہ ایک بڑی مصلحت روحانیت کی قوت ہے۔

Marfat.com

روزہ سے روحانیت کو بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے، اسی وجہ سے ہر ملت و مذہب میں کسی نہ کسی صورت میں روزے کا وجود ہے اور مذاہبِ حقہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانے سے روزہ کی مشروعیت رہی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علی نبینا و علیھم الصلوٰۃ والسلام کا معمول روزے میں مختلف رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا معمول ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھنے کا تھا' اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ دو دن افطار کا تھا۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختلف معمولات رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا معمول اس میں بھی عجیب نرالا تھا کہ مصالح وقتیہ کے تحت خاص خاص ایام کے روزے معمول اور متعین فرما رکھے تھے اور ان کے علاوہ وقتی مصالح کے تحت بھی بسا اوقات لگاتار روزے رکھتے اور بسا اوقات افطار فرماتے، جس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب روزہ بمنزلہ ایک تریاق اور دوا کے ہے تو وقتی مصالح سے اس میں قلت و کثرت جیسا کہ دوا کا اُصول ہے لابدی ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے چند معمولات نمونہ کے طور پر مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔ (خصائل)

(۲۸۴/۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِیَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَ یُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَھْرًا کَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے حماد بن زید نے ایوب کی وساطت سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن شقیق سے نقل کی۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اقدس ﷺ متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرمائیں گے اور

Marfat.com

کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہمارا خیال یہ ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے، لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے۔ حضور اقدس ﷺ کے اس معمول کے متعلق کسی قدر تفصیل حدیث نمبر ۳ کے ذیل میں آئے گی۔

قالت کان یصوم ...... یعنی کبھی تو آپ ﷺ تواتر سے روزے رکھتے اور یہ اس قدر تواتر و تسلسل ہوتا، ہم سمجھتے کہ اس ماہ میں افطاری ہی نہیں فرماویں گے اور کبھی افطار میں اس قدر تسلسل ہوتا، ہمارا خیال بنتا کہ اس ماہ میں روزہ نہیں رکھیں گے۔

روایات میں تعارض کا جواب :

وما صام ...... یعنی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد رمضان المبارک کے علاوہ کسی بھی مہینہ میں پورے مہینہ کے روزے نہیں رکھے، جبکہ اگلی حدیث میں ہے، کان یصوم شعبان الا قلیلاً اور ایک روایت میں یہ بھی ہے، ماصام شهراً کاملاً الّا شعبان (شعبان کے علاوہ کسی مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھے) بظاہر روایات میں تعارض ہے۔

شارحینِ حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں وصالِ صیام ہوتا تھا، مگر مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد وصال کو چھوڑ دیا تھا یا کُل سے مراد اکثر ہے ...... یجمع بینهما بحمل الكل على المعظم حتى جاء فى كلام العرب إذا صام اكثر الشهر يقال صام الشهر كله أو أنه صامه كله فى سنة و صام بعضه فى سنة اخرى۔ (مواہب ص ۲۲۰) (تعارض کے دفعیہ کے لئے یا تو یہ تطبیق کی جائے گی کہ کل کو اکثر پر محمول کرلیں گے اور کلام عرب میں بھی ہے کہ جب ایک شخص مہینہ کے اکثر دنوں کے روزے رکھ لے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے مہینہ کے روزے رکھے ہیں اور یا یہ کہ نبی علیہ السلام نے ایک سال تو پورے شعبان کے روزے رکھے اور دوسرے سال میں شعبان کے بعض روزے)

Marfat.com

رمضان کی وجہ تسمیہ :

سمی بذلک لأن وضع اسمه علیه و افق الرمض وهو شدة الحر أو لانه یرمض الذنوب ای یذهبها ۔(مواهب ص ۲۲۱) (رمضان کا نام رمضان اس لئے ہے کہ اس کے اس کی وضع رمضان کے نام پر رمض کے ساتھ موافق ہوئی اور رمض سخت گرمی کو کہتے ہیں اور یا اس لئے کہ گناہوں کو دور کرتا ہے)

استنباطِ مسائل :

مذکورہ بالا حدیث میں غور کرنے سے چند مسائل معلوم کئے جا سکتے ہیں ۔ (۱) مستحب ہے کہ ہر ماہ میں نفلی روزے رکھے جائیں ۔ (۲) یہ کہ نفلی روزوں کا تسلسل مہینہ سے کم ہو ۔ (۳) اور نفلی روزے رمضان (عیدین ایام تشریق) کے علاوہ پورے سال میں رکھے جا سکتے ہیں ۔ (۴) و قال شارح من علمائنا فیه دلیل للمذهب الصحیح المختار الذی ذهب الیه البخاری و المحققون انه یجوز ان یقال رمضان من غیر ذکر الشهر بلا کراهیة (جمع ج ۲ ص ۱۱۶) (اور علماء احنافؒ میں سے کسی شارح نے کہا کہ اس میں مذہبِ مختار کی دلیل ہے اور امام بخاریؒ اور دیگر محققین کا بھی یہی مذہب ہے وہ یہ کہ جائز ہے کہ کہا جائے رمضان بغیر ذکر کرنے لفظ شہر کے اور اس میں کوئی کراہت بھی نہیں)

(۲۸۵/۲) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ یَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰی نَرٰی اَنْ لَّا یُرِیْدَ اَنْ یُّفْطِرَ مِنْهُ وَ یُفْطِرَ حَتّٰی نَرٰی اَنْ لَّا یُرِیْدَ اَنْ یَّصُوْمَ مِنْهُ شَیْئًا وَ کُنْتَ لَا تَشَآءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا اَنْ رَاَیْتَهٗ مُصَلِّیًا وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ نَآئِمًا ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے یہ حدیث بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسمٰعیل بن جعفر نے حمید سے روایت بیان کی ۔ انہوں نے یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ عادتِ شریفہ اس میں مختلف تھی، کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے، جس سے یہ خیال ہو جاتا کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے، جس سے ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ ﷺ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور اکرم ﷺ کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی مل جاتا اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر ہو جاتا۔

راوی حدیث (۵۶۹) اسماعیل بن جعفرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

عبادات میں افراط وتفریط سے اجتناب :

کان یصوم ...... یعنی حضور اقدس ﷺ روزے بھی رکھتے تھے اور افطار بھی فرماتے تھے۔ رات کو نماز بھی پڑھتے تھے اور نیند بھی فرماتے تھے۔ گویا روزوں اور نمازوں میں کمالِ اعتدال تھا نہ افراط ہوتا تھا اور نہ تفریط۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں والحاصل ان صومه و صلاته صلى الله عليه وسلم كانا على نهاية الاعتدال فلا افراط فيهما و لا تفريط۔ (المواہب ص۲۲۱)

علامہ مناویؒ مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ومن ثم لما بلغه ان بعض صحبه حلف ليقومن الليل ابدا و البعض ليصومن الدهر ابدا قال امّا انا فاصلى و انام و اصوم وافطر فمن رغب عن سنتي فليس منى ۔(مناوی ج۲ص۱۱۹)
(جب حضور ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ بعض صحابہؓ نے یہ قسم اٹھائی ہے کہ وہ ضرور بہ ضرور ہمیشہ قیام اللیل کریں گے اور بعض دوسرے صحابہؓ نے یہ حلف کیا ہے کہ ہم ضرور بہ ضرور ہمیشہ روزے رکھیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا رہتا ہوں پس جس شخص نے میری سنت سے روگردانی کی تو وہ مجھ سے نہیں)

Marfat.com

دوامِ عمل بھی' اور شفقت علی الامت بھی :

حتّٰی نری ان لا یرید انه یصوم منه شیئًا ' ظاہر اُحدیث کی اس عبارت سے دوام معلوم نہیں ہوتا۔ محدثین حضرات اس کی توضیح میں فرماتے ہیں، دوامِ عمل تو تھا یعنی جس قدر روزے ایک مہینے میں آپ ﷺ رکھنا چاہتے تھے، وہ رکھ لیتے تھے۔ البتہ اوقات اور ایام میں تبدیلی کر لیا کرتے تھے' تاکہ کسی وقتِ خاص کے تعیّن سے امت پر وجوب نہ ہو جائے، تو اس طرح گویا دوامِ عمل بھی رہا اور شفقت امت بھی ملحوظ رہی، جبکہ مکہ المکرّمہ میں تسلسل سے روزے رکھتے تھے' حتی کہ چالیس روز بلکہ دو ماہ تک بھی صومِ وصال ہوا کرتا تھا۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی ؒ فرماتے ہیں وكذالك تهجده صلى الله عليه وسلم اى كان ينام ماشاء الله أن ينام و يصلى ماشاء الله ان يصلى (اتحافات ص ۳۳۴) (اور اسی طرح آپ ﷺ کی تہجد کی نماز کا وطیرہ تھا کہ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے آپ ﷺ اتنا ہی سویا کرتے اور نماز بھی کہ جتنی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی اتنی ہی پڑھتے)

عبادات میں اعتدال کا اہتمام :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں :

مقصود یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ نہ تمام رات سونے کی تھی نہ تمام رات جاگنے کی تھی، بلکہ درمیانی رفتار میں حقوقِ نفس کی رعایت فرماتے ہوئے عبادات کا اہتمام بھی پورا پورا فرماتے تھے۔ اس لئے شب کو سوتے ہوئے دیکھنا بھی ممکن تھا کہ کچھ حصہ آرام بھی فرماتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا بھی کہ کچھ حصہ نماز میں گزرتا تھا۔ بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب یہ بھی بتایا ہے وہ یہ کہ عادتِ شریفہ اس باب میں مختلف تھی کہ کبھی اوّلِ شب میں نوافل پڑھتے، کبھی وسطِ رات میں، کبھی اخیر میں۔ اس لئے اگر رات کے کسی حصۂ خاص میں کوئی سوتے ہوئے یا نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے، یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ میں اوّل رات میں حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھوں تو کسی دن یہ بھی مل جاتا اور اس وقت سوتا ہوا دیکھنا چاہے تو یہ بھی مل جاتا۔ اس لئے کہ رات کا

Marfat.com

ہر حصہ کسی نہ کسی دن حضور ﷺ نماز میں گزارتے تھے اور اس کی دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے، رات کے ہر حصہ کو کبھی نہ کبھی اس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے۔ دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بن جاتی ہے، پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائیگی تو عادت نہ بنے گی۔

تعارض اور تطبیق :

حدیث بالا کا بظاہر ان احادیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں کہ ...... کان اذا صلی صلاۃً داوم علیھا و فی الروایۃ الاخری کان عملہ دیمۃ (کہ آپ ﷺ جب کبھی کوئی (نفل نماز) پڑھتے تو پھر اس پر دوام کیا کرتے اور دوسری روایت میں بھی ہے کہ آپ ﷺ کا عمل دائمی ہوتا تھا) سے تعارض ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں، لان المراد ما اتخذہ واجباً لا مطلق النافلۃ ...... قلت الاظھر ان یقال اعمال العمل المسمیٰ بالتھجد مثلا تارۃ فی اول اللیل و اخری فی آخرہ......لاینا فی مداومۃ العمل کما ان صلوۃ الفرض تارۃ تصلی فی اوّل الوقت و تارۃ فی آخرہ ۔(جمع ج۲ ص۱۱۸) (کہ اس سے مطلق نماز نفل نہیں بلکہ جس کو آپ ﷺ واجب بنالیا کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ واضح یہ بات ہے کہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی تہجد کی نماز کبھی شروع رات میں ہوا کرتی اور پھر کبھی رات کے آخری حصہ میں اور یہ عمل دوام کے منافی نہیں جیسے کہ فرض نماز کبھی آپ ﷺ شروع وقت میں پڑھ لیتے اور کبھی وقت کے آخر میں)

(۲۸۶/۳) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَايُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ مِنْهُ وَ مَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ۔

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعبۃ نے ابی بشر کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت سعید بن جبیر سے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے سُنی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضور اکرم ﷺ کی یہ عادتِ شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے، جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں ایسے ہی افطار فرماتے تھے، جس سے ہمیں خیال ہوتا کہ اس میں روزہ نہیں رکھیں گے' لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

روزوں میں تسلسل کی وجہ :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گزر چکا ہے۔ اس معمول کی دو وجہ ہیں۔ اوّل تو یہ کہ روزہ حقیقت میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر وقتی مصالح کے لئے بطورِ دوا کے بھی استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے، جو اطباء کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم ﷺ کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہوسکتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے۔ اُمت کے لئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں، وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرماسکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے، وہ کسی روحانی طبیب کے زیرِ علاج عملدر آمد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کچھ خصوصی معمولات تھے، مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا، ہر مہینے میں تین روزے رکھنا، ایامِ بیض، عشرۂ محرم، عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ کے

Marfat.com

عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے۔اس لئے عوارض دور ہوجانے کے بعد بطورِ قضا اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں سے ترک ہوجاتے تھے،ان کو پورا فرمالیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی ایک خصوصی عادتِ شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے،تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے،اس لئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے، توان کو رکھتے۔اس لئے لگا تار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اللّٰھم وفقنا اتباعه ۔ (خصائل)

(۲۸۷/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَارَأَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَ رَمَضَانَ .

قَالَ اَبُوْعِيْسٰی هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَ هٰكَذَا قَالَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَرَوٰی هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَدْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَائِشَةَ وَ اُمِّ سَلَمَةَ جَمِيْعًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان سے سُن کر بیان کی۔اُنہوں نے یہ روایت منصور (الثقفی) سے سُنی ،جنہوں نے اسے سالم بن ابی جعد سے نقل کیا۔انہوں نے یہ روایت ابوسلمۃ سے ام سلمۃ کے حوالہ سے سُنی۔حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو رمضان وشعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

راویان حدیث (۵۷۰) منصورؒ اور (۵۷۱) سالم بن ابی الجعدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

شعبان ورمضان کے روزے' مختلف روایات میں تطبیق :

یہ حدیث بظاہر گزشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے' کیونکہ اب تک سب روایتیں

Marfat.com

اس پر متفق تھیں کہ حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے، لیکن اس حدیث میں اس کے ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا' ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقوں سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی۔ چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اس کی تصریح موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور اکرم ﷺ نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں، جس کی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی اوروں کو نہیں ہوئی۔ تیسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی سال عارض کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لیے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ وغیرہ نے ان کا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے رکھے تھے۔ اس لئے حضرت اُمّ سلمہؓ نے ان کو ذکر کر دیا۔ اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور اکرم ﷺ ابتداء میں شعبان کے تمام مہینے کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیے ہوں۔ اس لئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اس وجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا، اس نے اکثر ذکر کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ عارض کی وجہ سے تھا، اصل معمول تمام مہینہ کا تھا اس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے، جیسا کہ روایت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے، بعد میں تمام مہینے کے رکھنے لگے۔ (خصائل)

(۲۸۸/۵) حَدَّثَنَا هُنَادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْسَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُوْمُ كُلَّهٗ ۔

Marfat.com

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ھناد نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدۃ نے محمد بن عمرو سے سُن کر بیان کیا۔ انہوں ابوسلمہ سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے نقل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ شعبان کے اکثر حصہ میں آپ ﷺ روزے رکھتے تھے، بلکہ (قریب قریب تمام مہینے کے روزے رکھتے تھے)۔

راویان حدیث (۵۷۲) عبدۃؒ اور (۵۷۳) محمد بن عمرو بن العطاءؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

شعبان کے روزوں کی فضیلت واہمیت :

یہ ترقی کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے۔ شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ سے خود حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس مہینہ میں وہ دن بھی ہے، جس میں سال کے اعمال حق تعالیٰ جل شانہٗ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض وجوہ احادیث وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں اور بعض اوقات ایک وجہ کا ہونا' دوسرے وقت دوسری وجہ کا ہونا بھی ممکن ہے اور متعدد وجوہ کا جمع ہو جانا بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول تین دن ہر ماہ میں روزے رکھنے کا تھا۔ وہ بسا اوقات عوارض کی وجہ سے رہ جاتے تھے اور سب کا مجموعہ شعبان میں حضور اکرم ﷺ رکھا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ دوسری روایات میں پیر جمعرات کا روزہ بھی حضور اکرم ﷺ کا معمول نقل کیا گیا ہے، ایسی صورت میں اگر دو تین مہینے بھی تمام سال میں کسی عذر سے چھوٹ گئے تو ایک مہینہ کے روزے بن جانا کیا مشکل ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے شعبان کا روزہ افضل ہے، یعنی جیسا فرض نمازوں سے قبل سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی رمضان سے قبل نفل روزے ہیں، اگرچہ حضور اکرم ﷺ نے ضعف کے خیال

Marfat.com

سے رمضان شریف کے قبل روزے کو منع بھی فرمایا ہے‘ مگر حضور اکرم ﷺ پر ضعفِ روزہ کا کچھ ایسا اثر نہ ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے لگاتار روزے بھی رکھ لیتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے شعبان میں روزوں کی کثرت کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہر اُس شخص کا نام مرنے والوں میں لکھا جاتا ہے جو اس تمام سال میں مرنے والے ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہر مہینہ میں نفل روزے رکھنے کا مخصوص معمول تھا اور رمضان المبارک میں نفل روزے رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس لئے ماہِ رمضان کے حصے کے روزے بھی پیشگی شعبان ہی میں رکھ لیتے تھے اور اسی بناء پر شعبان رمضان دو مہینوں کے روزے مل کر اکثر حصہ مہینہ کا ہو جاتا تھا۔ (خصائل)

(۲۸۹/۶) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى وَ طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَ قَلَّ مَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قاسم بن دینار کوفی نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبداللہ بن موسیٰ اور طلق بن غنام (الکوفی مات ۲۱۱ھ) نے بیان کیا، انہوں نے یہ روایت شیبان سے اور انہوں نے عاصم سے سُنی۔ اُنہوں نے یہ روایت زر سے نقل کی اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔

راویان حدیث (۵۷۴) طلق بن غنامؒ اور (۵۷۵) زر بن جیشؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہر ماہ میں تین روزوں کا اہتمام :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم... حضور اقدس ﷺ ہر

Marfat.com

مہینہ کی ابتداء میں تین روزے رکھتے تھے ۔ الغرة اول الشهر (غرة کا معنیٰ مہینہ کا شروع) ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا، گویا سال بھر روزے رکھنے کے برابر ثواب ہے کیوں کہ ہر روزہ' دس روزوں کے ثواب کی ضمانت ہے۔ومن ثم ورد فی الخبر صوم ثلثة ایام من کل شهر صوم الدهر ۔(مناوی ج ص۱۲۲) (اس لئے تو حدیث میں آیا ہے کہ ہر مہینہ سے تین دن روزہ رکھنا پورے زمانہ کے روزے رکھنا ہے (یعنی جو شخص یہ عمل کرے گا وہ صائم الدھر ہوگا) و یظهر أن ثلاثة ایام کانت فی اول الشهر ' و سبب الثلاثة أن الحسنة بعشر امثالها فیکون کصیام الدهر (اتحافات ص۳۳۵) (اور حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تین دن شروع مہینہ میں ہوا کرتے تھے اور مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے تو گویا یہ پوری زندگی روزے رکھنے والا ہوا) البتہ ہر مہینہ میں تین دن کی تعیین میں روایات مختلف ہیں، کبھی شروع میں تین دن' کبھی ہر پیر اور جمعرات' کبھی تیرہ' چودہ' پندرہ' کبھی آخری تین دن کی روایات منقول ہیں ۔ احادیث میں تعارض نہیں، معمول میں ایام کی تعیین نہیں تھی

جمعہ کے دن کا روزہ :

و قلّ ما کان یفطر یوم الجمعة اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے '
وهو دلیل لابی حنیفة و مالک حیث ذهبا الی ان صوم یوم الجمعةوحده حسن۔ (جمع ج۲ص۱۲۳) (اور آپ ﷺ کا یہ معمول امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مذہب کی دلیل ہے کیونکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ صرف تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے)

حدیث باب سے جمعہ کے روز' صیام کا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔مگر دیگر روایات میں جمعہ کی تخصیص کی ممانعت آئی ہے۔لہٰذا بعض علماء سے اس کے استحباب کا قول منقول ہے۔ بعض علماء ممانعت کی وجہ سے جمعہ کی تخصیص کو مکروہ بتاتے ہیں۔اس کے متعلق مفصل بحث کے لئے علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد ج۱ ص۱۴۲ میں مستقل عنوان فصل فی افراد صوم یوم الجمعة قائم فرمایا ہے۔

Marfat.com

(۲۹۰/۷) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ یَزِیْدَ الرِّشْکِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَهْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَیِّهٖ کَانَ یَصُوْمُ قَالَتْ کَانَ لَایُبَالِیْ مِنْ اَیِّهٖ صَامَ ...... قَالَ اَبُوْعِیْسٰی وَ یَزِیْدُ الرِّشْکُ هُوَ یَزِیْدُ الضُّبَعِیُّ الْبَصْرِیُّ وَهُوَ ثِقَةٌ رَوٰی عَنْهُ شُعْبَةُ وَ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِیْدٍ وَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ وَ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَهُوَ یَزِیْدُ الْقَاسِمُ وَ یُقَالُ الْقَسَّامُ وَالرِّشْکُ بِلُغَةِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ هُوَالْقَسَّامُ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعبہ نے یزید رشک کے واسطہ سے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ معاذۃ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں رکھتے تھے۔ میں نے مکرر پوچھا کہ مہینہ کے کن ایام میں رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کا اہتمام نہیں تھا، جن ایام میں موقعہ ہوتا رکھ لیتے۔

من ایہ صام ' آپ ﷺ کا ایک زمانہ یہ بھی معمول رہا ہے کہ مہینہ میں صوم کے لئے تعیین ایام کا اہتمام نہیں تھا، کبھی اوّل میں، کبھی وسط میں اور کبھی آخر میں؛ ای کان یستوی عندہ الصوم من اولہ و من اوسطہ و من آخرہ ۔ (مواہب ص ۲۲۴) (یعنی آپ ﷺ کے خیال میں مہینہ کے شروع درمیان اور آخر کے تین دن روزہ رکھنے میں برابر تھے)

(۲۹۱/۸) حَدَّثَنَا اَبُوْحَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ رَبِیْعَةَ الْجُرَشِیِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَرّٰی صَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوحفص عمرو بن علی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبداللہ بن داؤد نے ثور بن یزید سے روایت کرکے بیان کیا، انہوں نے یہ

Marfat.com

روایت خالد بن معدان سے اور انہوں نے ربیعۃ جرشی سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پیر جمعرات کے روزہ کا (اکثر) اہتمام فرماتے تھے۔

راویان حدیث (۵۷۶) عبداللہ بن داوٗد ؒ اور (۵۷۷) ربیعۃ الجرشی ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

پیر اور جمعرات کا روزہ :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحری ...... یتحری، تحری سے ہے بمعنیٰ قصد کرنا اور ترجیح دینا، من التحری وھو طلب الحری والاحریٰ بحسب الظن الغالب و منہ قولہ تعالیٰ فاولئک تحروا رشدا ای کان یقصد۔ (جمع ج۲ ص۱۲۵)

(یتحریٰ یہ تحری سے ہے اور اس کا معنیٰ یہ کہ غالب ظن سے زیادہ مناسب یا زیادہ لائق تلاش کرنا اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ فاولئک تحروا رشدا ''سو انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا'' تو تحریٰ بمعنیٰ یقصد کے ہوا) آپ پیر اور جمعرات کو روزے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے۔ صوم الاثنین قد ثبت عند مسلم عن ابی قتادۃ قال سئل عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت و انزل علّی فاحب (الحدیث) (حاشیہ شمائل ترمذی) (حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے سوموار یعنی پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن (پہلی) وحی نازل ہوئی تو میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں روزہ سے ہوں)

اسی باب میں دسویں نمبر پر حدیث نقل کی گئی ہے کہ یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں، قال تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی و انا صائم۔ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہِ اقدس میں پیر اور خمیس کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال آپ کے سامنے پیش ہوں اور میں روزہ سے ہوں)۔

Marfat.com

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ' وحکمة العرض ' کما ذکر العلماء ' ان اللّٰہ تعالیٰ یباھی ملائکته بالطائعین الصالحین من بنی آدم ' واللّٰہ سبحانهٗ و تعالیٰ غنی عن العرض ' و علیم بدقائق عبادہ۔ (اتحافات ص ۳۳۶) (اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کے پیش ہونے کی علت وحکمت جیسے کہ علماء کرامؒ نے ذکر کی ہے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر انسانوں میں سے اپنے نیک اور فرمانبردار بندوں کے اعمال کے ذریعہ فخر ومباہات فرماتے ہیں۔ حالانکہ باری تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال دقیقہ سے باخبر ہیں اس کے سامنے پیش ہونے کی ضرورت نہیں)

(۲۹۲/۹) حَدَّثَنَا اَبُوْمُصْعَبِ الْمَدِیْنِیُّ عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ فِیْ شَھْرٍ اَکْثَرَ مِنْ صِیَامِہٖ فِیْ شَعْبَانَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابومصعب مدینی نے یہ روایت بیان کی۔ اُنہوں نے یہ روایت مالک بن انس سے ابی نضر کے حوالہ سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن سے نقل کی اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ شعبان سے کسی ماہ میں زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔

شعبان میں نفلی روزوں کا اہتمام :

قالت ما کان ...... مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں اور تشریح اس سے قبل حدیث نمبر ۵/ ۲۸۸ میں ہو چکی ہے، یعنی نفلی عبادات میں آپ ﷺ کا کوئی مستقل معمول نہیں تھا۔ ہر مہینے میں چند ایام روزہ رکھ لیتے تھے۔ البتہ ماہِ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ شعبان میں نفلی روزوں کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

(۲۹۳/۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ سُھَیْلِ

Marfat.com

بُنِ اَبِی صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَ اَنَا صَائِمٌ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یحییٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابو عاصم نے محمد بن رفاعہ سے روایت کر کے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سہیل بن ابی صالح سے ان کے باپ کے حوالہ سے بیان کی، اور انہوں نے اسے صحابی رسولؐ ابو ہریرہؓ سے نقل کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہٗ کی عالی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں ، میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔

عرض اعمال کی تین مختلف صورتیں :

قال تعرض الاعمال ...... حدیث باب میں عرض اعمال کا ذکر ہے، جو پیر اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں' جبکہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے پیش کیئے جاتے ہیں ' **یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار و عمل النہار قبل عمل اللیل** ۔(مسلم) جبکہ بعض احادیث میں ہے کہ ایک پیشی اعمال شعبان اور شب قدر میں بھی ہوتی ہے۔ بظاہر تینوں روایات میں اختلاف ہے۔

شارحینِ حدیث نے جمع روایات کی سہل صورت یہ لکھی ہے کہ شب و روز کے اعمال تفصیلی طور پر روزانہ دو مرتبہ پیش ہوتے ہیں، پھر معمولی تفصیل سے ہفتہ میں دو بار پیر اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور تمام سال کی مجموعی سالانہ روئیداد یا رپورٹ اجمالی طور پر شعبان اور شب قدر میں پیش ہوتی ہے اور بار بار پیشی میں جملہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت فرشتوں کے سامنے نیک لوگوں کا اظہارِ شرف ہے، جنہوں نے پیدائش آدم پر اعتراض کیا تھا، تو باری تعالیٰ بہت سے نیک اعمال پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر تذکرہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

(۲۹۴/۱۱) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْاَحْمَدَ وَ مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ۔

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابواحمد اور معاویہ بن ہشام نے بیان کیا، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو سفیان نے بحوالہ منصور یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت خیثمہ سے روایت کی، اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (کبھی) ہر مہینہ کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں ہفتہ اتوار پیر کو روزہ رکھ لیتے تھے اور دوسرے ماہ میں منگل' بدھ' جمعرات کو

نوافل میں عدم موالاۃ کا معمول :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس حدیث کا مضمون یہی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی مہینہ میں نفلی روزوں کے لئے دنوں کا تقرر نہیں فرمایا تھا تاکہ آپ ﷺ کی اُمت کو کوئی مشکل اور صعوبت پیدا نہ ہو۔ لم یزال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی الصیام بین أیام الأسبوع تخفیفاً علی الأمة و رحمة بها و لأن الموالاة لم تفرض الا فی شهر رمضان ۔(اتحافات ص ۳۳۶)

(حضور ﷺ نے امت پر ترحم اور تخفیف و آسانی کرنے کی غرض سے پورے ہفتے کے مسلسل نفلی روزے کبھی نہیں رکھے اور اس لئے بھی کہ روزوں کا تسلسل اور تواتر ماہ رمضان کے علاوہ فرض نہیں کیا گیا ہے)

علامہ ملا علی قاریؒ آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل کی ایک اور توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ اراد صلی اللہ علیہ وسلم ان یبین سنیة صوم جمیع ایام الاسبوع فصام من شهر السبت و الاحد والاثنین و من شهر الثلاثاء والاربعاء والخمیس وانما لم یصم جمیع هذه الستة متوالیة لئلا یشق علی الامة الاقتداء به (ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی غرض

Marfat.com

اور مقصد ہفتے کے تمام دنوں میں نفلی روزے کی سنّیت بیان کرنا ہو اس لئے تو کبھی ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھ لیتے اور آپ ﷺ نے مسلسل ان چھ دنوں کے روزے اس لئے نہیں رکھے تا کہ امت پر آپ ﷺ کی اقتداء وتابعداری کرنا مشکل نہ ہو جائے)

باقی آپ ؐ کا معمول صوم یوم الجمعہ کا تو اس کا تذکرہ ابن مسعود کی ایک روایت ہے کہ کان قلما یفطر یوم الجمعة منفردا او منضما الی ما قبله او بعده (جمع ج ۲ ص ۱۲۵) (آپ ؐ بہت قلیل تنہا صرف جمعہ کا روزہ یا آگے پیچھے ملائے ہوئے (رکھنے کی عادت کو) چھوڑا کرتے)

(۲۹۵/۱۲) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا يَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةُ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہارون بن اسحٰق ہمدانی نے یہ روایت بیان کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدۃ بن سلیمان نے ہشام بن عروۃ کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی ۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ سے اور انہوں نے امّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عاشورا کا روزہ زمانۂ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ بھی (ہجرت سے قبل تطوعاً) رکھ لیا کرتے تھے (لیکن ہجرت کے بعد) جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو خود بھی (اہتمام سے) رکھا اور اُمت کو بھی (وجوباً) حکم فرمایا، مگر جب رمضان المبارک کے روزہ کا حکم نازل ہوا تو وہی فرضی روزہ بن گیا اور عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی ۔ (اب استحباب باقی ہے) جس کا دل چاہے رکھے جس کا دل چاہے نہ رکھے ۔

Marfat.com

صوم عاشورہ کی فضیلت :

قالت کان عاشوراء یوماً تصومہ ...... عاشورے کے روزے کی فضیلت میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دوسال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور عاشورہ کے روزہ سے ایک سال کے۔ بعض شروح میں لکھا ہے کہ عاشورہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا۔ اُسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اُسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اور اس دن ان کی اُمت کا قصور معاف ہوا اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مشہور مرض سے صحت عطا ہوئی اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی کرامات اس دن کی شروح حدیث اور کتب سیر میں لکھی ہیں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی ہے، مگر بہت سے کرامات صحیح طور سے بھی ثابت ہیں، کہتے ہیں کہ وحشی جانور بھی اُس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اللہ اکبر کس قدر متبرک دن ہے، جس کو ہم لوگ لہو ولعب میں ضائع کردیتے ہیں۔ غالباً انہیں میں سے کسی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی، جس کی وجہ سے قریش اسلام سے قبل اس کا روزہ رکھتے تھے، جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود جو اہل کتاب ہیں، وہ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہو، انہوں نے کہا کہ اس دن حق تعالیٰ شانہٗ نے موسیٰ علیہ السلام کو خلاصی عطا کی تھی اور فرعون کو غرق کیا تھا، جس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کے تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور اُمت کو بھی اس روزہ کا حکم

Marfat.com

فرمایا۔ مسلم شریف میں یہ قصہ مذکور ہے۔ اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک رمضان سے پہلے یہ روزہ فرض تھا، جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ استحباب اور ایک سال کے گناہ معاف ہونے کی فضیلت اب بھی باقی ہے۔

مسئلہ : عاشورے کا روزہ اصل دسویں تاریخ کا ہے، لیکن نبی کریم ﷺ ابتداء اسلام میں اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے کہ ان کا مذہب بہرحال آسمانی ہے اور مشرکین کے مذہب سے اولیٰ ہے، مگر اخیر زمانے میں اہل کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام ہوگیا تھا، جو بہت سی وجوہ سے ضروری تھا۔ اسی سلسلہ میں کسی صحابیؓ نے ادھر توجہ دلائی تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اگر زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہود کی مخالفت کرو اور نویں یا گیارہ کا روزہ رکھا کرو یعنی دسویں کے ساتھ ایک اور ملا لیا کرو کہ اس سے تشبّہ جاتا رہتا ہے۔ اس لئے تنہا عاشورے کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے، بہتر تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ ملا لے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے، اگر نویں کا نہ ملا سکے تو پھر گیارھویں کا ملا لے۔

(خصائل) ولـذا قال بعض المحققین صیام یوم عاشوراء ثلاثة مراتب ادناها ان یصام و حده و فوقه ان یصام التاسع معه و فوقه ان یصام التاسع و الحادی عشر مـعـه (جمع ج۲ص ۱۲۸) (اس لئے تو بعض محققین کہتے ہیں کہ عاشورہ کے دن کے روزوں کے تین درجات ہیں ان میں ادنیٰ یہ ہے کہ صرف تنہا عاشورہ ہی کے دن روزہ رکھے اس سے اوپر کا درجہ یہ ہے کہ عاشورہ کے دن کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھے اور سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ عاشورہ کے دن کے ساتھ نویں اور گیارہ تاریخ کا روزہ بھی رکھے)

(۲۹۶/۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ كَانَ عَمَلُهٗ دِيْمَةً وَ اَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ

Marfat.com

ترجمہ : امامِ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبد الرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سفیان نے منصور کے ذریعہ سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابراہیم سے روایت کی، جنہوں نے اسے علقمہ سے نقل کیا۔ علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس ﷺ کوئی ایام کو عبادت کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ (نہیں) حضور اکرم ﷺ کے اعمال دائمی ہوتے تھے، تم میں سے کون طاقت رکھتا ہے، جس کی حضور اقدس ﷺ طاقت رکھتے تھے۔

کان عمله دیمة ...... ای دائماً متصلاً (مناوی ج۲ص۱۳۲) (یعنی دائمی اور متصل) علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ' فان الدیمة فی الاصل المطر الذی لارعد فیه و لابرق و فیه سکون و اقله ثلث اللیل او ثلث النهار و اکثره مابلغ من عدة۔ (جمع ج۲ص۱۳۲)

یعنی دیمہ دراصل اس بارش کو کہتے ہیں، جس میں نہ گرج ہوتی ہے، نہ چمک بلکہ موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ تہائی رات یا تہائی دن کم از کم اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، برستی رہتی ہے۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کا خطاب حضرات صحابہ کرامؓ کو ہے باوجودیکہ ان کی علوِ ہمت اور قلبی جِلا حضور پاک ﷺ کی صحبت مبارک سے نورعلی نور تھی، مگر حضورِ اقدس کے برابر کی طاقت وہ کب رکھتے تھے 'والحق انه لیس یطیق ما کان یطیق النبی صلی اللہ علیه وسلم فی الخشوع والأعمال. (اتحافات ص۳۳۹)

(اور حق بات یہی ہے کہ آپ ﷺ جتنے اعمال کی اور جس خشوع وخضوع سے انہیں ادا کرنے کی طاقت رکھتے تھے اتنی طاقت صحابہؓ میں کوئی بھی نہیں رکھتا تھا)

(۲۹۷/۱۴) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عِنْدِیْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ فُلَانَةٌ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ

Marfat.com

اَلْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَوَاللّٰہِ لَایَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَ کَانَ اَحَبُّ ذٰلِکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ یَدُوْمُ عَلَیْہِ صَاحِبُہٗ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہارون بن اسحٰق نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدۃ نے ہشام بن عروۃ سے خبر دی۔ جنہوں نے اسے اپنے باپ سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے، میں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہیں، جو رات بھر نہیں سوتیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نوافل اس قدر اختیار کرنے چاہیں، جن کا تحمل ہو سکے، حق تعالیٰ شانہٗ ثواب دینے سے نہیں گھبراتے، یہاں تک کہ تم کرنے سے گھبرا جاؤ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو وہی عمل زیادہ پسند تھا، جس پر آدمی نباہ کر سکے۔

وعندی امرأۃ ...... کانت المرأۃ من بنی اسد، واسمہا الحولاء بنت تویت بضم التاء الاولیٰ ابن حبیب بن عبد العزیٰ، من رھط خدیجۃ أمّ المؤمنین (اتحافات ص ۳۳۹) (یہ عورت بنی اسد قبیلہ کی تھی اس کا نام حولاء بنت تُویت (پہلی تاء کے ضمہ کے ساتھ) ابن حبیب بن عبدالعزیٰ تھا ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی قوم سے تھی)

لاتنام اللیل ...... ای لذکرھا و تھجدھا (ذکر کرنے اور تہجد پڑھنے کی وجہ سے ساری رات نہیں سویا کرتی) علامہ الدومیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں منہ سامنے مدح کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، وفیہ جواز المدح فی الوجہ اذا امنت الفتنۃ (اتحافات ص ۳۳۹) فو اللّٰہ! والقسم من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم للتاکید۔ (اتحافات ص ۳۳۹) (حضور ﷺ کا قسم اٹھانا تاکید ہی کے لئے ہے)

طاقت کے مطابق عمل :

علیکم من الاعمال ما تطیقون ...... حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جتنی طاقت رکھتے ہو اُتنے اعمال کرو“، یعنی خواہ روزہ ہو یا نماز یا قرآن مجید کی تلاوت یا ذکر الٰہی

Marfat.com

وغیرہ وغیرہ اپنی بساط کے مطابق نفلی عبادت کرو اپنی طاقت اور بساط سے زیادہ نہ کرو تاکہ تکلیف مالایطاق کا باعث نہ بنے اور تم خود بھی دل برداشتہ نہ ہو جاؤ۔ ارشاد ہے ''وہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم خود تھک جاؤ گے''، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ ثواب عطا فرمانے میں ہر گز نہیں تھکتا، مگر تم اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرو گے تو تھک جاؤ گے اور جب تمہاری عبادت میں اس تھکاوٹ کے باعث بے اطمینانی اور دل برداشتگی پیدا ہوگی تو خلوص عاجزی اور جو خشوع وخضوع ہونا چاہیے، وہ جاتا رہا تو پھر قبولیت نہیں ہوگی۔

ام المؤمنین کا ارشاد ہے کہ ''حضور رسول کریم ﷺ کے نزدیک یہ بات بہت پسندیدہ تھی کہ اس پر عمل کرنے والا مداومت کرے''، یعنی ایسی عبادت کرے جو ہمیشہ کرے، اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ وہ عبادت جو زیادہ کی جائے اور منقطع ہو، اس سے ہمیشگی کی عبادت اگرچہ تھوڑی ہو بہتر ہے۔

ادائیگی حقوق کا اہتمام:

یہ صحابیہ حضرت حولاء رضی اللہ عنہ تھیں۔ صحابہ کرامؓ میں عبادت کا ولولہ اور جوش تھا۔ حدیث کی کتابوں میں بہت سے قصے اس قسم کے مذکور ہیں کہ ان حضرات کا شوق ان کو حد سے زیادہ مجاہدہ پر مجبور کرتا تھا' مگر حضور اکرم ﷺ اعتدال کی نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ایک مشہور صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یہ طے کرلیا کہ عبادت میں بہت ہی کوشش کروں گا، دن میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کیا کروں گا۔ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ ایک مرتبہ والد نے بیوی سے میرا حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں، رات بھر بستر پر نہیں آتے، نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں۔ میرے والد مجھ پر بہت خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف عورت سے تیرا نکاح کیا تھا، تو نے اس کو معلّق چھوڑ کر رکھا ہے۔ مجھ پر غلبۂ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا۔ والد نے حضور اکرم ﷺ سے شکایت کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صحیح ہے۔ حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو، کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار۔ اسی طرح رات کو نمازیں بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو، تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اولاد کا بھی حق ہے، ملنے والوں کا بھی حق ہے۔ (خصائل)

(۲۹۸/۱۵) حَدَّثَنَا اَبُوْهِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَ اُمَّ سَلَمَةَ اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتَا مَادِيْمَ عَلَيْهِ وَ اِنْ قَلَّ۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوہشام محمد بن یزید رفاعی نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابن فضیل نے اعمش کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے یہ روایت ابوصالح سے نقل کی۔ ابوصالح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرتِ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسند تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ جس عمل پر مداومت کی جائے، خواہ کتنا ہی کم ہو۔

عمل قلیل ہو، مگر مداومت ہو:

قال سألت عائشة و امّ سلمة ...... مضمونِ حدیث واضح ہے، یعنی نفلی عبادات، ذکر و اشغال، نفلی روزے اور تلاوت وغیرہ کے معمولات اپنی طاقت، صحت اور بساط کے مطابق ادا کرے، ایسا نہ ہو کہ نوافل کی زیادۃ وکثرت کی وجہ سے طاقت اور صحت جاتی رہے اور فرائض کی ادائیگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ لہٰذا شفیقِ اُمت نے اپنی اُمت کو تعلیم دی کہ تھوڑی عبادت کرو، مگر باقاعدہ اور ہمیشہ کرو، الحدیث واضح والعمل القليل مع الدوام خير من الكثير مع الانقطاع۔ (اتحافات ص ۳۴۰) (اور حدیث کا مطلب واضح ہے کہ تھوڑا عمل دائمی طور پر یہ بہتر ہے اس بہت سے عمل سے جس میں انقطاع (ناغہ) ہو) اذ بدوام العمل تدوم الطاعة والذكر والمراقبة ولا كذلك مع انقطاعه (مواہب ص ۲۲۷) (اس لئے کہ دائمی عمل سے ذکر و مراقبہ اور طاعت میں دوام کی عادت پڑ جاتی ہے اور اس جیسا (اثر)

Marfat.com

نہیں ہوتا عمل وعبادت کے رہ جانے سے) وھذہ ثمرات تزید علی الکثیر المنقطع اضعافاً کثیرۃ (جمع ج۲ص۱۳۵)((دائمی اور باقاعدگی سے تھوڑے عمل کرنے کے) اتنے زیادہ فوائد ونتائج ہوتے ہیں کہ وہ اس عمل کثیر جس میں انقطاع ہوتا ہو پر کئی گنا بڑھ جاتے ہیں)

(۲۹۹/۱۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَاصِمَ بْنَ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّیْ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَاَلَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهٖ وَيَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهٖ وَيَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَأَ اٰلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن اسمٰعیل نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبداللہ بن صالح نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت معاویہ بن صالح نے عمرو بن قیس کے حوالہ سے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عاصم بن حمید (السکونی الحمصی) سے سُنا۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں عوف بن مالک سے سنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے مسواک فرمائی، پھر وضو فرمایا، پھر نماز کی نیّت باندھ لی۔ میں نے بھی حضور اکرم ﷺ کا اقتداء کیا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور اکرم ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی اور جس آیتِ رحمت پر گزرتے، وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ شانہٗ سے رحمت کا سوال فرماتے اور ایسے جس آیت عذاب پر گذرتے، وہاں وقفہ فرما کر اس عذاب سے پناہ مانگتے، پھر حضور اکرم ﷺ نے تقریباً اتنی دیر رکوع فرمایا، رکوع میں سبحان ذی الجبروت

Marfat.com

والملکوت والکبریاء والعظمة، یہ دعا پڑھتے رہے۔ پاک ہے وہ ذات جو حکومت اور سلطنت والی نہایت بزرگی اور عظمت و بڑائی والی ہے۔ پھر رکوع ہی کی مقدار کے موافق سجدہ کیا اور اس میں بھی یہی دعاء پڑھی، (پھر دوسری رکعت میں) سورۂ آل عمران (اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔

راویان حدیث (۵۷۸) عبداللہ صالحؒ (۵۷۹) عمرو بن قیسؒ اور (۵۸۰) عوف بن مالک الاشجعیؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ﷺ صائم الدھر اور قائم اللّیل تھے :

حدیث ۱۴ تا ۱۶ کا بظاہر باب ھذا سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ بعض نے اسے سہوِ کاتب قرار دیا ہے ''ان احادیث کو'' باب ما جاء فی عبادة رسول صلی اللہ علیه وسلم (حضور ﷺ کی عبادت کرنے کے باب) میں ہونا چاہئے تھا۔ بعض حضرات یہ توجیہ فرماتے ہیں کہ مصنف کا مقصود یہ ہو کہ آپ ﷺ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو بھی اس طرح کی عبادت کرتے تھے' گویا آپؐ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔ (پوری عمر روزے رکھنے والے اور ساری راتوں میں تہجد کرنے والے)

جب غلبہ شوق ہو :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ''عموماً'' جو لوگ روزہ کے شوقین ہوتے ہیں' اکثر دیکھا گیا کہ وہ ایسی افراط کرنے لگتے ہیں کہ حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے' اس لئے اوّل امام ترمذیؒ نے اعتدال اور میانہ روی کی حدیثیں نقل کیں اور اخیر روایت سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر غلبۂ شوق میں کسی وقت کچھ معمول سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ البتہ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ عبادت سے ملال اور نفور پیدا ہو جائے۔

==============================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قِرَآءَ ةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بیان میں

اس باب میں مصنف نے آٹھ (۸) احادیث درج کی ہیں، جن میں حضور اقدس ﷺ کی تلاوت کا بیان ہے کہ آپ ﷺ انتہائی وقار، اور متانت سے اور ٹھہر کر تلاوت فرماتے تھے۔ حروف واضح ہوتے، سننے والے کو کوئی شبہ نہ ہوتا بعض نسخوں میں "فی صفة قراء ة رسول الله صلى الله عليه وسلم" (یعنی لفظ قرأت سے پہلے صفة کا لفظ ہے یعنی حضور ﷺ کے پڑھنے کی صفت اور نوعیت کے بیان میں) نقل ہوا ہے۔ والمراد بها الترتيل والمد والوقف والاسرار والاعلان الترجيع و غيرها (مواہب ص ۲۲۸) (اور صفت قرأت سے مراد ترتیل، مدّ، وقف، خفیہ، جہر اور ترجیع (کلمات و آیات کو دوبارہ پڑھنا) وغیرہ مراد ہے)

(۳۰۰/۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ شِهَابٍ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ یَعْلٰی بْنِ مَمْلَکٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَ ةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِیَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو لیث بن شہاب نے ابن ابی ملیکہ سے سن کر بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت یعلی بن مملک سے نقل کیا۔ یعلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امّ سلمۃ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کی قراءت کی کیفیت پوچھی، انہوں نے ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ صاف صاف کیفیت بتائی۔

راوی حدیث (۵۸۱) یعلی بن مملکؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیں۔

قراءت رسول ﷺ کی توصیف :

فاذا ھی تنعت ...... فا ' عطف کیلئے ہے اور اذا ' مفاجاۃ کے لئے ، مفیدۃ باجابتھا لذالک علی الفور مبیّنۃ بانھا فی کمال ضبطھا ۔(جمع ج۲ص ۱۳۷) (حضرت ام سلمہؓ فوری طور مفید جواب دیتی ہوئی بیان کرتی ہے اور اس کو پورے ضبط ووضاحت کے ساتھ مفصل اور واضح طور پر خاص کیفیت سے بیان کر دیا۔ مفسرۃ یہ فسر سے مشتق ہے اس کا معنیٰ بیان کا آتا ہے اور اس مادہ سے تفسیر بھی ہے) قراۃً مفسّرۃ ای مبیّنۃ مشروحۃً واضحۃً مفصولۃ الحروف من الفسر وھو البیان و منہ التفسیر (جمع ج۲ص ۱۳۷) قال الجزری ، حرفاً حرفاً ای کلمۃ کلمۃ ولعلھا ذکرت بالقول اوالفعل لتبیّن الکیفیۃ فتثبت فی ذھن السائل (اتحافات ص۳۴۲) (امام جزریؒ فرماتے ہیں کہ حرفاً حرفاً بمعنیٰ کلمۃً کلمۃً یعنی ایک ایک حرف اور کلمہ بتادیا اور شاید کہ ام سلمہؓ نے یہ زبانی طور پر کہا اور یا فعل کے ساتھ (یعنی خود پڑھ کر) اس کی کیفیت کو واضح کرنے کے لئے پڑھا تا کہ وہ سائل کو خوب ذہن نشین ہو جائے) یعنی حضرت ام سلمہؓ نے یہ کیفیت یا تو زبانی بتائی یا پڑھ کر عملاً بتائی اقرب دوسرا احتمال ہے، جس کی باب ہٰذا کی تیسری حدیث سے تائید بھی ہوتی ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں' وظاھر السیاق یدل علی الثانی فکانھا علمت بقرینۃ المقام ماھو مراد السائل او اظھرت کیفیۃ ماسمعت بالفعل الذی ھو اقویٰ من القول مع انہ یفید الروایۃ والدرایۃ (جمع ج۲ص ۱۳۷) (سیاقِ کلام کا ظاہر دوسرے احتمال پر دلالت کر رہا ہے گویا کہ قرینہ مقام ہی کی وجہ سائل کی مراد کو جان لیا یا پھر اس نے وہ کیفیت (جو حضور ﷺ سے سنی تھی) بالفعل ظاہر کر دی جو کہ محض قول سے زیادہ قوی ہے باوجودیکہ وہ روایت اور درایت کے لحاظ سے مفید ہے)

(۳۰۱/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا اَبِى عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ قِرَاءَ ةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

Marfat.com

وَسَلَّمَ قَالَ مَدًّا۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو میرے باپ نے قتادہ کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کی قراءۃ کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ (مد والے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

قال مدًا ای ممدودۃ ' أو ذات مد ' اور یہ طبعاً تھا۔ قرأت وتجوید کے اُصول اور قواعد کے مطابق جتنی کہ ایک ''مد'' اس کی مستحق ہوتی ہے۔ و هذا هو المدّ الطبيعی و طبعاً الخالی من المبالغة والمد يستلزم الترتيل و الترتيل يستلزم التدبر و قدكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و سلم فی قرأته يكسوه من كل آية يقرؤها حال يناسب تلك الآية وقد قال علی كرم الله وجهه " لا خير فی عبادة لا فقه فيها و لا فی قراءة لا تدبر فيها أفلا يتدبرون القرآن'' (اتحافات ص۳۴۲)

(۳۰۲/۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ الْأُمَوِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِى مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ ثُمَّ يَقِفُ وَ كَانَ يَقْرَأُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ٥

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یعلی بن حجر نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے یحیٰی بن سعید اموی نے ابن جریج کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ابن ابی ملیکہ سے ام المومنین امّ سلمہؓ سے نقل کی۔ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھتے تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پر ٹھہرتے پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر وقف کرتے تھے پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر وقف کرتے۔

Marfat.com

راوی حدیث (۵۸۲) یحیٰی بن سعید الاموی ؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قراءت میں وقف واتصال کا مسئلہ :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قراء ته ...... ظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہر آیت پر وقف کرتے تھے۔ **ای بالتوقف من التقطیع و هو جعل الشئی قطعة قطعة** (جمع ج۲ص۱۳۹) **یقطع** کا لفظ **تقطیع** سے ماخوذ ہے یعنی کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے بنانا) **ای یقف علی رؤس الآیة فالوقوف علی الآیاتِ سنة۔** (اتحافات ص۳۴۳) (یعنی آپ ﷺ ہر آیت پر وقف فرمایا کرتے تو گویا ہر آیت پر وقف کر کے پڑھنا سنت ہوا) ہر آیت پر وقف کرنے کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ۔ (۱) بعض حضرات کہتے ہیں کہ جب تک سانس جاری رہے پڑھتا رہے، گویا اتصال افضل ہے اور وقف ضرورت پر مبنی ہے۔ (۲) بعض حضرات کا قول ہے کہ ہر آیت پر وقف ہونا چاہئے، گویا وقف افضل ہے اور اتصال بھی جائز ہے۔ امام جزریؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ محققینؒ بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ تاہم یاد رہے کہ جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ یہ اولویت اور غیر اولویت کا فرق ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اردو زبان میں ایک رسالہ ''**رد الطغیان فی اوقاف القرآن**'' کے نام سے لکھا ہے، جو اپنے موضوع پر بے حد نافع ہے۔

(۳۰۳/۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَيْسٍ قَالَ سَالْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَ رُبَّمَا جَهَرَ قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے لیث نے معاویہ بن صالح کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں ؒ نے یہ روایت عبداللہ

Marfat.com

بن ابی قیس سے نقل کی۔ عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا پکار کر۔ انہوں نے کہا کہ دونوں طرح معمول تھا۔ میں نے کہا الحمد للہ اللہ کا شکر واحسان ہے، جس نے ہر طرح سہولت عطا فرمائی (کہ بمقتضائے وقت جیسا مناسب ہو آواز سے یا آہستہ اسی طرح پڑھ سکے)

قرأت جہراً ہو یا سراً:

یہ سوال جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت میں تصریح ہے، تہجد کی نماز کے بارے میں تھا اور اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ دونوں طرح معمول تھا، یعنی آواز سے بھی اور آہستہ بھی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک رات میں ہی دونوں طرح معمول تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی رات میں آواز سے پوری نماز پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور کسی رات میں آہستہ تمام نماز پڑھ لیتے تھے۔ دونوں صحیح ہیں اور تہجد میں دونوں طرح پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے، وقت کی مناسبت سے بسا اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے۔ بالخصوص جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب بنے یا نشاط پیدا ہو اور جہاں کسی تکلیف کا احتمال ہو یا ریا کا شائبہ ہو، وہاں آہستہ پڑھنا اولیٰ ہوتا ہے، جہر سے پڑھنے میں دوسروں کی تکلیف کی رعایت ضروری ہے اور کسی وقت دونوں برابر ہوں تو معمولی جہر اولیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معمول تہجد میں آہستہ پڑھنے کا تھا اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کا دونوں حضراتؓ پر گذر ہوا، دونوں کا حال دیکھا۔ صبح کو جب دونوں حضراتؓ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے اس کا تذکرہ فرمایا کہ ابوبکر! میں تمہارے پاس سے گزرا تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں جس پاک ذات سے باتیں کر رہا تھا، وہ سُن ہی رہا تھا، پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ غفلت سے سونے والوں کو جگانا اور شیطان کو اپنے سے دور رکھنا مقصود تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے دونوں

Marfat.com

حضرات کی تصویب فرمائی اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بڑھالیا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم ذرا آہستہ کردو۔ (خصائل)

(۳۰۴/۵) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ الْعَبْدِیِّ عَنْ يَحْيٰى بْنُ جَعْدَةَ عَنْ اُمِّ هَانِیءٍ قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَ اَنَا عَلٰى عَرِيْشِی۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وکیع نے اوران کے پاس مسعر نے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابوالعلاء عبدی سے بواسطہ یحیٰی بن جعدۃ نقل کی اوراس نے ام ہانی سے۔ حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضوراقدس ﷺ (مسجد حرام میں قرآن شریف پڑھتے تھے اور میں حضوراکرمؐ) کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سُنا کرتی تھی۔

راویان حدیث (۵۸۳) ابوالعلاء العبدیؒ اور (۵۸۴) یحیٰی بن جعدۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ عریش کی وضاحت :

و انا علی عریشی ! عریش، لغت میں چھت اورسائبان کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد بستر ہے العریش هو السریر الذی کانت تنام علیه أو فراشها۔ (اتحافات ص ۳۴۴) (عریش یا تو وہ چارپائی جس پر وہ سویا کرتی تھی اور یا اس کا بستر مراد ہے)

جہراً تلاوت بھی جائز ہے :

حضرت امّ ہانیؓ کا گھر بیت اللہ شریف کے سامنے رکن یمانی کے مقابل تھا، جب رات کو آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں عبادت کرتے، تو قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے، تو حضرت امّ ہانیؓ اپنے گھر میں اپنے بستر پر آپ ﷺ کی تلاوت وقرأت سنتی تھیں۔ گویا آپ ﷺ اونچی آواز سے بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ وھذہ القراءۃ کانت فی

Marfat.com

مکة عند الکعبة لیلاً۔ (اتحافات ص ۳۴۴) (اور آپ ﷺ کی یہ (جہراً) قرأت مکہ میں رات کو بیت اللہ شریف میں ہوتی تھی) جہری قرأت کی وجہ ایک تو یہ ہوسکتی ہے۔ لیسمع من لم یکن یسمع من قریش أو لان القراءة باللیل یکون الخشوع فیھا اکثر او لغیر ذلک۔ (اتحافات ص ۳۴۴) (تاکہ سن لیں قریش میں سے وہ بھی جو نہیں سنا کرتے تھے اور یا یہ کہ رات کے وقت نماز میں خشوع کی کیفیت زیادہ ہوا کرتی ہے یا ہوسکتا ہے کسی اور غرض ومقصد کے لئے ہو)

باقی رہا اس حدیث کا "المسر بالقراءة کالمسر بالصدقة" (کہ خفیہ قرأت کرنے والے (کی مثال اور درجہ) ایسا ہے جیسا کہ خفیہ صدقہ اور خیرات کرنے والا) سے بظاہر تعارض کا مسئلہ، سو یہ کوئی تعارض ہی نہیں، یہ حکم تب ہے جب ریاکاری کا اندیشہ ہو۔ اور حضور ﷺ کے متعلق ریاکاری وغیرہ کا امکان تک نہیں ہوسکتا۔

شیخ احمد عبدالجوادؒ فرماتے ہیں فھذا یکون حین یخشی الریاء أما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلایعرف الریاء الیہ سبیلا۔ (اتحافات ص ۳۴۴) ریا کا تو آپ ﷺ کی طرف گمان بھی ناممکن ہے، بلکہ زوال ایمان کا باعث ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کا قراءت میں جہر بشرائط مذکورہ عظیم حکمتوں پر مبنی ہے۔

(۶/۳۰۵) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ اَنْبَانَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مُغَفَّلٍ یَقُوْلُ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی نَاقَتِہٖ یَوْمَ الْفَتْحِ وَھُوَ یَقْرَاُ: اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا o لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالَ فَقَرَاَ وَ رَجَّعَ قَالَ وَ قَالَ مُعَاوِیَةُ بْنُ قُرَّةَ لَوْ لَا اَنْ یَّجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَیَّ لَاَخَذْتُ لَکُمْ فِیْ ذٰلِکَ الصَّوْتِ اَوْ قَالَ اللَّحْنِ۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابوداؤد نے بیان کیا اور ان کے پاس شعبة نے خبر دی۔ معاویة بن قرة سے معاویة کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مغفلؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ عبداللہ بن مغفل رضی

Marfat.com

اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فتح مکہ کے دن اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر۔تا کہ بخشے تیرے واسطے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا) پڑھتے دیکھا۔حضور اقدس ﷺ ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔معاویہ بن قرۃ (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ) کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اُس لہجہ میں پڑھ کر سُناتا۔

قرأت میں ترجیع کا مسئلہ :

فقرأ و رجع ...... حدیث میں ''سورۃ الفتح'' کی آیات کی تلاوت کا ذکر ہے۔'' سورۃ الفتح''، صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی تھی، جس میں مسلمانوں کے ساتھ فتح مکہ کا وعدہ کیا گیا تھا، جب وہ وعدہ پورا ہوا اور اللہ پاک نے فتح مکہ مکمل کرا دیا اور آپ ﷺ مکۃ المکرّمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تشکر و امتنان' عبدیت و انابت کے جذبات سے سرشار ہو کر اللہ کے وعدوں کو یاد کر کے آپ مزے لے لے کر سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے رجّع، ترجیع سے ہے' ترجیع کا معنیٰ خوش آوازی سے پڑھنے، ایک آیت کو 'دو' دو بار پڑھنے اور حلق میں آواز گھمانے' لوٹانے اور لوٹا کر پڑھنے کے آتے ہیں ای ردد صوتہ بالقراءۃ و قد فسرہ عبد اللہ بن مغفل بقولہ آ، آ، آ بھمزۃ مفتوحۃ بعدہ الف ساکنۃ ثلاث مرات و زعم بعضھم ان ذلک کان من ھز الناقۃ بغیر اختیارہ و رد بأنہ لو کان کذالک لما فعلہ عبد اللہ اقتداء بہ (مواہب ص ۲۳۰)

(یعنی اپنی آواز کو قرأت کے ساتھ لوٹایا اور دہرایا اور اس کی وضاحت عبداللہ بن مغفلؓ نے اپنے قول آ، آ، آ سے کی یعنی ہمزہ مفتوحہ کے بعد الف ساکن تین مرتبہ پڑھا اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس قسم کی آواز غیر اختیاری طور پر اونٹنی کی رفتار و حرکت کی وجہ سے تھی لیکن اس کی تردید بایں وجہ کی گئی کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر عبداللہ بن مغفلؓ اس میں آپ ﷺ کی اقتداء ہرگز نہ کرتے)

Marfat.com

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی رائے :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ترجیع کے معنی لغت کے اعتبار سے لوٹانے کے ہیں، آواز کو لوٹا کر پڑھنا مراد ہے۔ خود عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر آ آ آ منقول ہے۔ اس کا مطلب بعض علماء نے آواز کو درست کر کے پڑھنے کا فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو مکہ مکرمہ کے فتح ہونے اور دارالاسلام بن جانے کی وجہ سے غایت سرور تھا۔ اس لئے نہایت لطف سے پڑھ رہے تھے، مگر میرے اُستاذ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ چونکہ اونٹنی پر تشریف فرما تھے، اس لئے اس کی حرکت سے آواز ترجیعی معلوم ہوتی تھی۔ اسی بناء پر عبداللہ بن مغفلؓ نے اس کی تفسیر آ آ آ سے نقل کی اور اسی وجہ سے معاویہ نے اس کی نقل کرنے کی ہمت نہیں کی کہ دانستہ اس طرح آواز بنانے سے لوگ مجتمع ہو جائیں گے۔ اس توجیہ کے موافق آئندہ حدیث کے بھی مخالف نہیں ہوگی۔ بندہ کے نزدیک یہی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ اگر پہلے قول کے موافق آواز بنا کر اور درست کر کے پڑھنا مراد ہے، تو پھر لوگوں کے مجتمع ہونے کا کیا خوف ہے۔ قرآن پاک کو اچھی آواز سے جس میں گانے سے مشابہت پیدا نہ ہو، پڑھنا ہی چاہئے۔ بہت سی احادیث میں مختلف عنوان سے قرآن پاک کو ترتیل سے اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ (خصائل)

قرأت میں تحسین صوت :

شیخ احمد عبدالجواد الدومی تحریر فرماتے ہیں، والترجيع هو التحطيط والترديد .

ويوافق هذا الحديث : زينوا القرآن بأصواتكم ، و حديث : " وليس منا من لم يتغن بالقرآن " وحديث : " ما أذن الله لشئى كاذنه لنبى حسن الصوت يتغنى بالقرآن ". وورد أنه صلى الله عليه وسلم استمع لقراء ة أبى موسى الأشعرى فلما أخبره بذلك قال : " لو كنت أعلم أنك تسمعه لحبرته لك تحبيرا ". أى حسنته لك تحسينا ، وورد : " لكل شئى حلية ، و حلية القرآن حسن الصوت " . و ظاهر هذه الأحاديث جواز التغنى بالقرآن بشرط أن لا يخرج عن الأداء الشرعى، قال فى الإكمال " و لا

Marfat.com

خلاف فی أن تحسین الصوت بقراءة القرآن مشروع مندوب الیه "(اتحافات ص ۳۴۵)

(ترجیع کا معنیٰ ایک بات کو دہرانا اور لوٹانا اور اسی معنیٰ کی موافقت اس حدیث سے ہے کہ تم اپنی آوازوں سے قرآن کو مزیّن اور خوبصورت کیا کرو۔ اور اس حدیث سے بھی کہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جو خوش آوازی سے قرآن نہیں پڑھتا اور اس حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی کسی چیز کی اتنی اجازت نہیں دی جتنی کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنے کی۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار ابوموسیٰ اشعریؓ کی قرأت کو کان لگا کر سنا اور جب آپ ﷺ نے اس کو یہ بتلا بھی دیا تو ابوموسیٰؓ نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ ﷺ میری قرأت کو سن رہے ہیں تو میں اس کو آپ ﷺ کے لئے خوب مزیّن وآراستہ کر کے عمدہ طریقہ پر پڑھتا۔

اور حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور اس کو خوش آوازی سے پڑھنا ہے تو بظاہر یہ سب احادیث قرآن مجید کے پڑھنے میں خوش آوازی کرنے کے جواز پر دال ہیں بشرطیکہ یہ خوش آوازی اس کو اداء شرعی (تجوید وقرأت کے قواعد) سے خارج نہ کردے۔ "اکمال" میں ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا مشروع اور مندوب ہے)

تنبیہ :

مسئلہ قرأت قرآن میں تحسینِ صوت پر ترجیع وغیرہ کے جواز، عدم جواز اور اس مسئلہ کے متعلق مذاہب کی تفصیل مطلوب ہو، تو زاد المعادج اص ۱۶۵ املاحظہ فرماویں۔

(۳۰۶/۷) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا نُوْحُ بْنُ قَیْسٍ الْحُدَّانِیُّ عَنْ حُسَامِ بْنِ مِصَکٍّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَ کَانَ نَبِیُّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَ کَانَ لَا یُرَجِّعُ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ ابن سعید نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے نوح بن قیس حدانی نے حسام بن مصک کے حوالہ سے بیان کی اور انہوں نے

Marfat.com

یہ روایت حضرت قتادۃؒ سے نقل کی۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز والا مبعوث فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ حسین صورت اور جمیل آواز والے تھے۔ حضور اقدس ﷺ قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

راویان حدیث (۵۸۵) نوح بن قیس الحدانیؒ اور (۵۸۶) حسام بن مصکؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تمام انبیاء خوبصورت اور خوش آواز تھے:

حسن الوجہ حسن الصوت...... یعنی تمام انبیاء کرام حسین صورت اور حسین صوت والے ہوتے تھے۔ لیدل حسن ظاھرہ علی حسن باطنہ لأن الظاھر عنوان الباطن۔ (مواہب ص۲۳۱) (تا کہ اس کا ظاہری حسن وخوبصورتی اس کے حسنِ باطنی پر دلالت کرے کیونکہ ظاہر (ہمیشہ) باطن کا عنوان ہوا کرتا ہے) معنی الحدیث واضح فقد کان رسولنا الأکرم صلی اللہ علیہ وسلم أحسن الناس وجوھا و أحسنھم صوتاً'' وکان لایرجع'' بتشدید الجیم المکسورۃ ای فی بعض الأحیان فلا تنافی بینہ و بین الحدیث الذی قبلہ۔ (اتحافات ص۳۴۵) (تو حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز تھے اور آپ ﷺ ترجیع (یعنی بات کو دہرانا) بعض اوقات نہیں کیا کرتے (تو اس توجیہ سے) اس حدیث اور اس سے پہلے ذکر شدہ حدیث میں کوئی منافات اور تعارض نہ رہا)

علامہ بیجوریؒ نے اسی تطبیق کے علاوہ ایک اور توجیہ بھی لکھدی، جس کی طرف ترجمہ میں بھی اشارہ کر دیا گیا۔ فرماتے ہیں' ای فی بعض الاحیان او کان لایرجع ترجیع الغناء ولا ینافی مامر۔ (مواہب ص۲۳۱) (یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ترجیع (لوٹانا) راگ کے طرز کی نہ ہوتی (تو اس توجیہ سے) گذشتہ روایت (جس میں قدرتی خوش آوازی کا ذکر تھا) کے منافی نہ ہوا)

Marfat.com

شاہ ولی اللہ کا قولِ فیصل :

لایرجع...... میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ ﷺ باوجود خوش آواز ہونے آواز کو حلق میں گھما گھما کر بہ تکلف خوش آوازی بنا بنا کر قرآن نہیں پڑھتے تھے، بلکہ طبعی لہجہ کے مطابق حسبِ ضرورت خوش آوازی سے پڑھتے تھے، جو محمود بھی ہے اور مطلوب بھی، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، حَسِّن بالقرآن صوتک ' حسنوا القرآن بأصواتکم ' اور لکل شئی حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن (کہ قرآن مجید کے پڑھنے میں آواز کو خوبصورت بناؤ۔

یا یہ کہ تم قرآن کو خوش آوازی سے پڑھا کرو اور یہ کہ ہر ایک چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن مجید کا زیور خوش آوازی ہے) لایرجع ' میں گانے اور تکلف سے آواز نکالنے کی نفی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شرح مؤطا میں قول فیصل تحریر کیا ہے کہ ایک لہجہ طبعی ہوتا ہے، جس میں ترنم اور تکلف کی ممانعت ہے، کیونکہ اس میں تخشع اور تدبر فی القرآن حاصل نہیں ہوتا۔

(۸/۳۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ الزِّنَادِ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِى الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِى الْبَيْتِ

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے یحییٰ بن حسان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے عمرو بن ابی عمرو کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عکرمہ سے روایت کی اور انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی آواز (صرف اس قدر بلند ہوتی تھی کہ) آپ ﷺ اگر کوٹھڑی میں پڑھتے تو صحن والے سُن لیتے تھے۔

Marfat.com

قرأت بالجہر میں اعتدال :

قال کان قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... بیت سے مراد کوٹھڑی' گھر' دالان اور حجرہ سے مراد صحن ہے۔یعنی حضور اقدس ﷺ جب اندر اپنی قیامگاہ یا دالان میں تلاوت فرماتے ،توصحن والے سن لیتے تھے،یعنی آواز مبارک نہ تو بہت اونچی ہوتی تھی اور نہ ہی بہت پست' بلکہ بین بین تلاوت فرماتے۔علامہ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں، والمقصود أن قرائته کانت متوسطۃ لافی نہایۃ الجھر ولا فی غایۃ الاخفاء۔(جمع ج۲ص۱۴۳)

قرآن مجید کا آہستہ اور آواز سے پڑھنا، دونوں مواقع کے لحاظ سے افضل ہے، اگر ترغیب کا موقع ہو یا کوئی اور سبب جہر کی ترجیح کا ہو،تو جہر سے پڑھے اور اگر ریا وغیرہ کا خوف ہوتو آہستہ پڑھے۔غرض یہ کہ موقع کے لحاظ سے حکم بھی مختلف ہوتا رہتا ہے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسا ہے ،جیسا اعلان سے صدقہ کرنے والا اور آہستہ قرآن شریف پڑھنے والا ایسا ہے،جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا' جبکہ صدقہ کے متعلق اظہار واخفاء کا افضل ہونا موقع اور محل کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔اسی طرح تلاوت کا بھی حکم ہے۔(خصائل)

تتمہ :

قرآن مجید کی تلاوت کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا معمول مذکورہ آٹھ حدیثوں کی تشریح کے ضمن میں واضح ہو چکا ہے۔آخر میں بطور تکملہ کے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ آپ ﷺ بغیر جنابت کے ہر حالت میں تلاوت فرمالیتے۔علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں، وکان یقرأ القرآن قائما و قاعداً و مضطجعا و متوضأ و محدثا ۔(زادالمعاد ج۱ص ۱۶۵)(آپ ﷺ ہر حالت میں قرآن مجید پڑھا کرتے چاہے کھڑے ہوتے یا بیٹھے اور لیٹے ہوئے وضو کے ساتھ بھی اور بے وضو کی حالت میں بھی)

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طلبنا خمسا فوجدنا فی خمس طلبنا برکۃ القوت فوجدنا فی صلوٰۃ الضحیٰ و طلبنا ضیاء القبور فوجدنا فی صلوٰۃ اللیل

Marfat.com

و طلبنا جواب منکر و نکیر فوجدنا فی قرأة القرآن و طلبنا عبور الصراط فوجدناہ فی الصوم و الصدقة و طلبنا ظل العرش فوجدناہ فی الخلوة (روض الریاحین ص ۱۵۲) (ہم نے پانچ چیزوں کی طلب وتلاش کی تو ہم نے ان کو پانچ چیزوں میں پایا ہم نے رزق میں برکت طلب کی تو وہ ہمیں نماز چاشت میں ملی اور ہم نے قبروں کی روشنی طلب کی تو وہ ہمیں تہجد گزاری میں حاصل ہوئی اور ہم نے منکر ونکیر کے (صحیح) جواب دینے کی طلب کی تو ہم نے قرآن مجید کی تلاوت میں اسے پالیا اور ہم نے پل صراط پر گزرنے کی طلب کی تو روزے اور صدقہ وخیرات میں ہم نے پالی اور ہم نے عرش خداوندی کا سایہ طلب کیا تو خلوت اور گوشہ نشینی میں میسر ہوا)

اللّٰھم اجعل لنا ممن یعمل بھا آمین یا رب العالمین (اے اللہ! ہمیں بھی ان لوگوں سے کردے جوان چیزوں پر عمل پیرا ہیں آمین یارب العالمین۔

==========================

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ بُکَآءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری کے بیان میں

بکاء کا معنیٰ واقسام :

بکاء ، مد کے ساتھ بھی آیا ہے اور قصر کے ساتھ بھی ، جب مقصور پڑھیں گے ، بُکٰی تو معنی ہے ضعیف اور سست آواز کے ساتھ رونا ہو ، سیلان الدمع مع الحزن (حزن وغم کے ساتھ آنسو بہانا) اور اگر ممدود پڑھیں گے ، تو معنی ہے بلند آواز کے ساتھ رونا وبالمد رفع الصوت معه (مواہب ص ۲۳۱) (حزن وغم کے ساتھ زور سے رونا) رونے کی بھی متعدد انواع و اقسام ہیں ۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ نے تفصیل لکھی ہے ، جو نذرِ قارئین ہے ۔ وھو انواع بکاء رحمة و رأفة و بکاء خوف وخشية وبکاء محبة و شوق بکاء فرح و سرور و بکاء جزع من ورود مؤلم على الشخص لايحتمله و بکاء حزن و بکاء مستعار کبکاء المرأة لغيرها من غير مقابل و بکاء مستاجرٍ عليه کبکاء النائحة و بکاء موافقة و هو بکاء من يرى من يبکی فيبکی ولا يدری لایّ شئی يبکی و بکاء کذب و هو بکاء المصر على الذنب (مواہب ص ۲۳۱) (رونے کی چند قسمیں ہیں (۱) رحمت ورأفت یعنی نرم دلی کا رونا (۲) خوف وخشیت کا رونا (۳) محبت اور شوق سے رونا (۴) خوشی کا رونا (۵) کسی شخص کا ناقابل برداشت تکلیف سے آہ زاری کرنا (۶) غم کا رونا (۷) عاریت کا رونا یعنی کسی عورت کا بلا معاوضہ کسی کے لئے رونا (۸) اجرت لیکر رونا جیسے کہ مردہ پر رونے والی عورت کا رونا (۹) صرف دوسرے کی موافقت کے لئے رونا جیسے کہ کسی کو روتے دیکھ کر رونا اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس لئے روتا ہے (۱۰) جھوٹا رونا یعنی گناہ پر اصرار کرنے والے شخص کا رونا)

Marfat.com

باب ھٰذا میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں، جن میں حضور اقدس ﷺ کے بکاء کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اللہ پاک کے جلال و جمال کی تجلیات کے وقت' اشتیاقِ محبت کے ازدیاد کے وقت' قرآن کے سماع کے وقت' اللہ تعالیٰ کی ہیبت' عظمت وکبریائی اور اپنی اُمت پر شفقت ورحمت کی وجہ سے اُمت کے لئے بخشش ومغفرت کے طلب کرنے کے وقت اور میّت پر رحم ومودت کی وجہ سے گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ شیخ عبدالروفؒ فرماتے ہیں کہ رونے میں غم کا رونا حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا رونا شوق کا رونا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کا رونا محبت کا رونا تھا۔ ومنه حزن و هو لداوٗد و منه شوق و هو لابراهيم و منه محبة و هو لمحمد۔ (مناوی ج۲ ص۱۴۴)

شیخ البیجوریؒ فرماتے ہیں، وبكاءه صلى الله عليه وسلم تارة يكون رحمة و شفقة على الميّت و تارة يكون خوفا على اُمته و تارة يكون خشيةً من الله تعالىٰ و تارة يكون اشتياقاً و محبة مصاحباً للاجلال والخشية و ذلك عند استماع القرآن ۔(مواہب ص۲۳۱) (نبی کریم ﷺ کا رونا کبھی تو ملت پر شفقت ورحمت کے لئے ہوا کرتا اور کبھی امت پر خوف کھانے کی وجہ سے اور کبھی خشیت خداوندی کی بنا پر اور کبھی ایسے شوق ومحبت جو عظمت وخشیت باری تعالیٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے اور یہ رونا اکثر قرآن مجید کے استماع کے وقت ہوا کرتا تھا)

(۱/۳۰۸) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَيُصَلِّيْ وَ لِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَآءِ ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن نصر نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے خبر دی، انہوں نے یہ روایت ثابت سے نقل کی، اور انہوں نے اسے مطرف بن عبداللہ بن شخیرؓ سے ان کے باپ کے حوالہ سے نقل کیا۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی، جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

راویان حدیث (۵۸۷) مطرفؒ اور (۵۸۸) ابیہ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ازیز و مرجل کا معنیٰ :

ولجوفه ازیز ...... رونے کی آواز کو ازیز هو صوت البکاء اور ہنڈیا کو مرجل کہتے ہیں،هو القِدر من النحاس او کل قدر یطبخ فیها و سمی بذلک لانه إذا نصب فکأنه أقیم علی رجلین (مواہب ص۲۳۲) (وہ تانبے کی ہنڈیا (دیگ) یا ہر ہنڈیا جس میں سالن پکایا جاتا ہو۔ مرجل کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کو مرجل اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ رکھی جاتی ہے تو گویا وہ دو پاؤں پر کھڑی کی گئی)

کمال خوف کا اظہار، عبودیت کاملہ کی دلیل ہے :

حضور اقدس ﷺ کا نماز میں یہ گریہ وتضرع، کمالِ خشوع وخضوع، اللہ سے خوف اور شدتِ شوق کی وجہ سے تھا۔ خوفاً من اللّٰه و شدة شوق الیه ویؤید هذا ماروی عنه صلی اللّٰه علیه وسلم "لوتعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا" (اتحافات ص۳۴۷) (اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں البتہ تم لوگ پھر تھوڑے ہنستے اور بہت روتے) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ حالت آپ ﷺ پر اس وقت ہوتی تھی، جب اللہ تعالیٰ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ دونوں کا ظہور اکھٹے ہوتا تھا'' (خصائل) علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس ﷺ کا کمال خوف کا اظہار، کمال درجہ کا خشوع وخضوع آپ ﷺ کی عبودیت کاملہ کی دلیل ہے۔

و هذا دلیل علی کمال خوفه و خشیتة و خضوعه فی عبودیته (جمع ج۲ ص۱۴۴) اور ہانڈی کے جوش کی طرح آپؐ کے سینے سے آواز اور گریہ آپؐ کو سیدنا حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام سے وراثت میں منتقل ہوا ۔ و ذلک مما ورثه من أبيه ابراهيم فانه كان يسمع من صدره صوت كغليان القدر على النار من مسيرة ميل (مواہب ص ۲۳۲)
(ابراہیم علیہ السلام کے سینہ مبارک سے ایسی آواز جیسے کہ ہنڈیا آگ پر رکھے جوش مارتی ہے ایک میل سے سنائی دیتی تھی)

(۲/۳۰۹) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى بَلَغْتُ وَ جِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْمُلَانِ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے معاویۃ بن ہشام نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان نے اعمش کے حوالہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابراہیم سے عبیدۃ کی وساطت سے نقل کی اور انہوں نے اسے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سُناؤ، (شاید حضور اکرم ﷺ نے اس لئے ارشاد فرمایا ہو کہ سننے میں غور وتدبر پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے یا کسی اور وجہ سے سننے کی رغبت فرمائی ہو کہ بہت سی وجوہ اس کی ہوسکتی ہیں، مثلاً یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنّیت بھی حضور اکرم ﷺ کے فعل سے ثابت ہوجائے) میں نے عرض کیا کہ حضور (ﷺ) آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ ہی کو سُناؤں۔ (شاید ابن مسعودؓ کو یہ خیال ہوا ہو کہ سنانا، تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں۔ میں نے امتثالِ حکم میں سنانا شروع کیا اور سورۂ نساء (جو چوتھے پارہ کے پونے سے شروع ہوتی ہے پڑھنا شروع کی۔ میں جب اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ

Marfat.com

كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿ (پس کیوں کر ہوگا جس وقت لاویں گے ہر امت سے ایک گواہی دینے والا اور لاویں گے ہم تجھ کو ان پر ان کے گواہ) تو میں نے حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔

دوسروں سے قرآن سننا :

اقرأ علی ...... وهو علی المنبر کما فی الصحیحین (مواہب ص۲۳۲)

(حضور ﷺ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے جیسے بخاری و مسلم کی روایت میں ہے) حضرت ابن مسعودؓ سمجھ گئے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ امر امتحان واختبار کے لئے نہیں بلکہ استلذاذِ قراءت کے لئے۔

لكون السامع خالصاً لتعقل المعانی بخلاف القاری فإنه مشغول بضبط الالفاظ و اعطاء الحروف حقها ولأنه اعتاد سماعه من جبريل و العادة محبوبة بالطبع (مواہب ص۲۳۲) (اس لئے کہ سامع تو صرف معانی ومطالب سمجھنے کی طرف متوجہ رہتا ہے بخلاف پڑھنے والا کہ وہ الفاظ وحروف کے ضبط وترتیب اور اپنے مخارج سے ادائیگی کے خیال میں مصروف ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ کی جبرئیل علیہ السلام سے سننے کی عادت بن چکی تھی اور عادت فطری طور پر انسان کو محبوب و پیاری ہوتی ہے) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک لائق فاضل کو اپنے سے کمتر مفضول سے اخذ واستفادہ میں استنکار نہیں کرنا چاہئے۔ فقد کان کثیرا من السلف یستفیدون من طلبتهم (مواہب ص ۲۳۲) (بہت سے اسلاف کرامؒ اپنے طلبہ اور شاگردوں سے استفادہ کیا کرتے تھے)

استماعِ قرآن کے وقت گریہ وتضرع :

قال فرأیت ...... تهملان یہ ھمل سے مشتق ہے،ھو جریان الدمع او المطر بسرعة ای تسیل دموعهما لفرط رأفته أو مزید شفقته حیث عز علیه عنتهم۔

(مناوی ج ۲ ص ۱۴۶) (وہ آنسوؤں یا بارش کا تیزی سے بہنا۔یعنی آپؐ کی آنکھ

Marfat.com

مبارک سے (بوجہ انتہائی نرم دلی یا آپ ؐ کی مزید شفقت کے کہ امت کی تکلیف آپ ؐ پر دشوار تھی) لگا تار آنسو بہہ رہے تھے)

(۱) حضور اقدس ﷺ کا گریہ وتضرع قرآن کے سننے کی وجہ سے تھا کہ تلاوت کے وقت عارفین وصالحین کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ٥ (سورة مریم:۵۸) یعنی جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو زمین پر گر جاتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے۔ (سورة بنی اسرائیل: ۱۰۲) میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا٥ یعنی یہ قرآن جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن کا سننا ان کے خشوع کو بڑھا دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اِن آیات کا اوّلین مصداق تو حضور اقدس ﷺ ہی ہو سکتے ہیں، گو آپ ﷺ کا یہ گریہ قرآن کی عظمت وجلال کی وجہ سے تھا اور زیادہ قرین قیاس بھی یہی ہے۔ اس پس منظر میں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی آغاز تلاوت سے آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا ہو، مگر ابن مسعودؓ کی نگاہ اس وقت پڑی ہو جب وہ وَ جِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا پر پہنچے ہوں۔

۲ ...... دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ نفس آیت کے مضمون اور معانی یعنی قیامت کے ہولناک منظر اور محشر کی ہولنا کی کے تصور سے گریہ آ گیا ہو۔ صاحبِ اتحافات لکھتے ہیں

ومن الطبیعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد تمثل فی هذه اللحظة مایكون یوم القیامة من هول و شفاعة و عتاب و عقاب .... (اتحافات ص ۳۴۸)

۳ ...... بعض شارحین حدیث کہتے ہیں کہ آیت میں آپ ﷺ کی گواہی کا ذکر ہے شدتِ شہادت کی وجہ سے خوف ہو۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ ! جو لوگ میرے سامنے نہیں ہیں، ان پر کیسے گواہی دوں گا۔

۴ ...... بعض شارحین فرماتے ہیں کہ قیامت کا ہولناک منظر جب سامنے آیا اور اُمت کی کمزوری وضعف تو امت کے گنہ گاروں پر شفقت ورأفت کی وجہ سے گریہ کا غلبہ ہو گیا۔

Marfat.com

الغرض تمام وجوہات علیحدہ علیحدہ بھی گریہ کا سبب بن سکتی ہیں اور ان سب کا مجموعہ بھی سببِ گریہ بن سکتا ہے۔

اخذِ مسائل :

اور صحیحین میں ہے کہ جب ابن مسعودؓ ان آیات پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا' انہ قال لہ حسبک' ویؤخذ منه حل امر الغیر بقطع قراء ته للمصلحة (مواہب ص ۲۳۳) (آپ کو بس اتنا پڑھنا کافی ہے۔اس سے کسی شخص کو کسی مصلحت کی بناء پر قرأت سے روکنے کے حکم کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے) و فیه ندب القراءة حتی فی مجلس الوعظ والاستماع لها والاصغاء الیها والبکاء عندها والتدبر والتواضع لاهل العلم ورفع منزلتهم وجواز استماع القرآن من محل عال والقاری أسفل منه وجواز طلبها ممن هو دونه رتبة و علما کمامر ۔(مناوی ج۲ص ۱۴۶) (اوراس حدیث سے قرآن مجید کے پڑھنے کا استحباب معلوم ہورہا ہے تا آنکہ وعظ ونصیحت کی مجلس میں بھی ۔ نیز یہ بھی کہ اس کو پوری توجہ اور کان لگا کر سنا جائے اور استماع کے وقت رونے کا، اہل علم کا خشوع وخضوع اور تدبر کرنا اوران کے مرتبہ کا عالی شان ہونا اور قرآن مجید کو اونچی جگہ پر سننا اور قاری اس سے نیچے کا جواز نیز قرأت کا مطالبہ اپنے سے کم علم ورتبہ سے کرنے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے)

(۳/۳۱۰) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ عَطَآءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ یَوْمًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَتّٰی لَمْ یَکَدْ یَرْکَعُ ثُمَّ رَکَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّرْفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ اَنْ یَّرْفَعَ رَأْسَهٗ فَجَعَلَ یَنْفُخُ وَ یَبْکِیْ وَ یَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَ اَنَا فِیْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُکَ فَلَمَّا صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اِنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَ اَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ

Marfat.com

اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا انْکَسَفَا فَافْزَعُوْآ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے یہ روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے جریر نے عطاء بن سائب کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کی۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا (یہ قصہ جمہور کے نزدیک ۱۰ھ کا ہے۔ حضور اقدس ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز شروع فرما کر اتنی دیر کھڑے رہے گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے) (دوسری روایت میں ہے کہ سورہ بقرہ پڑھی تھی) اور پھر رکوع اتنا طویل کیا کہ گویا رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں، پھر ایسے ہی رکوع کے بعد سر اُٹھا کر قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے، گویا سجدہ کرنا ہی نہیں ہے، پھر سجدہ کیا اور اس میں سر مبارک زمین پر اتنی دیر تک رکھے رہے گویا سر مبارک اُٹھانا ہی نہیں ہے۔

اسی طرح سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ اور پھر جلسہ کے بعد دوسرے سجدہ میں۔ غرض ہر ہر رکن اس قدر طویل ہوتا تھا کہ گویا یہی رکن اخیر تک کیا جائے گا، دوسرا کوئی رکن نہیں ہے۔ شدتِ غم اور جوش سے سانس لیتے تھے اور روتے تھے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ عالی میں یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ ! تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میری موجودگی تک اُمت کو عذاب نہ ہوگا۔

اے اللہ ! تو نے ہی یہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے، عذاب نہیں ہوگا، اب ہم سب کے سب استغفار کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اُس مضمون کی طرف اشارہ ہے، جو کلام اللہ شریف میں نویں پارے کے اخیر میں ہے۔ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ اس آیت شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ ایسا نہ کریں گے کہ ان لوگوں میں آپ ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اس حالت میں بھی ان کو عذاب نہ دیں گے کہ وہ اِستغفار کرتے رہتے ہوں۔ حضور اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو

Marfat.com

آفتاب نکل چکا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے اس کے بعد وعظ فرمایا، جس میں حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثنا کے بعد یہ مضمون فرمایا کہ شمس وقمر کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں ہوتے، بلکہ یہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی دو نشانیاں ہیں۔ جن سے حق سبحانہٗ اپنے بندوں کو عبرت دلاتے ہیں اور ڈراتے ہیں) جب یہ گہن ہو جایا کریں تو اللہ جل جلالہٗ کی طرف فوراً متوجہ ہو جایا کرو (اور استغفار ونماز شروع کر دیا کرو)

راویان حدیث (۵۸۹) عطاء بن السائب الثقفی الکوفیؒ اور (۵۹۰) ابیہ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کسوف وخسوف :

قال انکسفت الشمس ...... کسوفِ شمس، سورج کے بے نور ہو جانے (ھو استتار نورھا (اتحافات ص ۳۴۸) کو کہتے ہیں اور خسوف جب چاند بے نور جائے، ہماری اصطلاح میں اسے سورج گرہن اور چاند گرہن کہتے یں۔ یوماً علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،(ایک دن حضور ﷺ کے زمانہ میں) یہ وہی روز تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا اور لوگ کہنے لگے کہ سورج بھی حضرت ابراہیم کی موت پر غمزدہ ہے۔اس لئے بے نور ہو گیا ہے۔

علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں ففی البخاری کسفت الشمس علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم مات ابراھیم فقال الناس کسفت الشمس لموت ابراھیم۔(مواہب ص ۲۳۳)

صلواۃ الکسوف ہر رکعت میں ایک رکوع :

شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث بمنزلہ صریح ہے کہ صلوٰۃ کسوف بھی عام نمازوں کی طرح ایک رکعت میں ایک رکوع کے ساتھ پڑھی گئی۔ یہی مسلک امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہے اور یہ حدیث ان کا مستدل ہے۔

Marfat.com

وهذا الحديث كالصريح في أنها صلواة بركوع واحد و به احتج ابو حنيفة (مواہب ص ۲۳۳) امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ رکعتِ واحد میں دو رکوع ہیں اور امام احمدؒ تین رکوع کے قائل ہیں۔ و ذهب احمدؒ الى انها تصح بثلاث ركوعات لادلة اخرىٰ۔ (مواہب ۲۳۳)

نماز میں گریہ :

فجعل ينفخ و يبكى ...... آپ ﷺ شدتِ غم اور جوش کے ساتھ سانس لیتے تھے اور روتے تھے۔ یہ دوسری رکعت تھی۔ امام احمدؒ، ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ اور طبرانیؒ کی روایات میں تصریح ہے کہ ويبكى و هو ساجد (جمع ج ۲ ص ۱۴۷) (آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں رو رہے تھے) علامہ ابن قیمؒ نے حضور اکرم ﷺ کا رونا مختلف وجوہ سے نقل کر کے بکاء کی اقسام اور ان کے درمیان فرق کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے، جن حضرات کو اس کی تفصیل مطلوب ہو، وہ زاد المعاد ج ا ص ۶۴ ملاحظہ فرمادیں۔ دس اقسام کا ذکر تو اس باب کے شروع میں بھی گذر چکا ہے۔ البتہ بکاء کے اُصول کو ان الفاظ سے لکھا ہے کہ و اما بكاءه صلى الله عليه و سلم فكان من جنس ضحكه لم يكن بشهيق و رفع صوت كما لم يكن ضحكه بقهقة و لكن كان تدمع عيناه حتى تهملا و يسمع لصدره ازيز (زاد المعاد ج ا ص ۶۴) (حضور ﷺ کا رونا بھی ہنسنے کی نوع سے تھا یعنی چیخ و پکار کے ساتھ نہیں ہوتا تھا جیسا کہ آپ ﷺ کا ہنسنا بھی قہقہہ نہیں ہوتا تھا لیکن آنکھیں مبارک صرف آنسو آلود ہو کر بہہ پڑتی تھیں اور آپ ﷺ کے سینے مبارک کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نماز کے دوران میں اُمت کی فکر کیا کرتے تھے۔ اُمت کے حق میں مغفرت طلب کرتے، بخشش کی دعائیں کرتے اور گریہ و زاری اور تضرع فرماتے۔ ويقول ربّ الم تعدنى (اور کہتے اے رب کیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ) قرآن مجید کے اس وعدے کی طرف اشارہ ہے، وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ‌ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال: ۳۳) (اور نہیں تھا اللہ

Marfat.com

کہ عذاب کرتا ان کو اور تو بیچ ان کے تھا۔ اور نہیں تھا اللہ تعالیٰ عذاب کرنے والا ان کو اور وہ ہوں بخشش مانگتے۔

صلواۃ کسوف کی دو طویل رکعتیں :

فلما صلی رکعتین ...... اس سے قبل ان رکعتین کی تفصیل کا بیان ہوا کہ سورج گرہن کے وقت حضور اقدس ﷺ نے خوب لمبی نماز پڑھی، جس میں طویل قیام فرمایا۔ رکوع بھی طویل تھا، قومہ اور سجدہ' الغرض تمام ارکان میں طوالت اختیار فرمائی۔ اِن دو رکعت پر اتنا وقت صرف فرمایا کہ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے' تو سورج گرہن دور ہو چکا تھا۔

چونکہ سورج دن کو ہوتا ہے، پہلے پہر یا پچھلے پہر اور لوگ دن کو بیدار ہوتے ہیں' لہٰذا اگر صلواۃِ کسوف اجتماعی طور پر پڑھی جائے تو اُمت کے لئے تکلیف مالا یطاق کا باعث نہیں۔ اس لئے اس کا اجتماعی پڑھنا مستحب ہے۔ البتہ چاند گرہن رات کے وقت ہوتا ہے، لوگ آرام کر رہے ہوتے ہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ صلواۃ الخسوف انفرادی طور پر پڑھ لینا چاہئے اور یہی بہتر ہے۔

شمس وقمر قدرت کی دو آیتیں :

قال ان الشمس والقمر آیتان من اٰیات اللّٰہ ...... ای الدالتان علی وحدانیتہ و کمال قدرتہ کما قال تعالیٰ و جعلنا اللیل والنھار آیتین ای علامتین تدلان علی القادر الحکیم بتعاقبھما علی نسق واحد مع امکان غیرہ او علی تخویف العباد من بأسہ و سطوتہ و یؤیدہ قولہ تعالیٰ و مانرسل بالآیات الا تخویفا (جمع ج۲ص۱۴۹) (نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کے نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمالِ قدرت پر دال ہیں جیسے اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنائی ہیں یعنی ایسی دو علامتیں جو اللہ تعالیٰ کے قادر و حکیم ذات ہونے پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ شمس و قمر کا ایک ہی نہج وطریقہ پر ایک دوسرے کے پیچھے چلنا حالانکہ دوسری صورتوں کا امکان بھی ہو سکتا ہے یہی اس ذات کی قدرت اور حکمت و دانائی کی

Marfat.com

نشانیاں ہیں ۔ اور یا پھر یہ اپنے بندوں پر سخت عذاب میں مبتلا ہونے کے علامات ہیں اور اس معنیٰ کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ ہم اپنی آیات (نشانیاں) نہیں بھیجتے مگر ڈرانے ہی کے لئے)

کسوف وخسوف کو کسی کی موت وحیات سے کوئی تعلق نہیں :

لاینکسفان لموت احد ...... آغازِ باب میں عرض کیا گیا ہے کہ سورج گرہن یا چاند گرہن کسی بڑے آدمی کی موت وحیات پر واقع نہیں ہوتا، جیسا کہ اس زمانہ کے لوگوں کا خیال تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے بھی واضح فرمادیا، کسوف ہو یا خسوف ان کو کسی کی موت وحیات سے کوئی تعلق نہیں ۔ یہ اللہ کی عظمت وقدرت کی نشانیاں ہیں ۔

فافزعوا الی ذکر اللہ تعالیٰ ' یہ فزع سے ہے، کہا جاتا ہے، **فزع الصبی امہ**' جب لڑکا کسی چیز سے ڈر جائے ، خوف کھائے اور پناہ کے لئے ماں کی طرف بھاگے اور سمجھے کہ خوفناک چیز سے بچنا ماں کے دامن میں آنے سے ہوگا اور وہ بچ جائے گا۔ مسلمان بھی بارگاہِ قدس میں سجدہ ورکوع اور ذکر وانابت کو عذابِ الٰہی سے بچانے والی چیز سمجھ کر اس کی طرف لپکنا اپنائیں۔ **فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین** 'پر عمل کریں، اللہ کریم حفاظت فرماوے گا، نجات دے گا، پناہ ملے گی، تو بقا ملے گی' **ای خافوا و تضرّعوا والتجئوا و بادروا و توجھوا الی ذکر اللہ والامر للاستحباب** ۔(جمع ج۲ ص۱۴۹) (اسی ذات سے ڈرو اور تضرع وعاجزی کرو، پناہ مانگو، سبقت کرو اور متوجہ ہو اللہ کے ذکر کی طرف اور یہ امر استحبابی ہے)

کسوف وخسوف کا ایک اہم سبب :

سورج اور چاند گرہن کے اسباب علم ہئیت والے بھی بیان کرتے ہیں ۔ دورِ جاہلیت میں بھی اس کو کسی کی موت وحیات کے ساتھ متعلق کیا جاتا رہا۔ آپ ﷺ نے ان کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، **ان الشمس و القمر لاینکسفان** ... اوران کے آثار کے مدافعت کا عمل بھی بتلایا **کما فی خبر البخاری فاذا رئیتم ذلک فافزعوا و**

Marfat.com

کبروا وصلوا و تصدقوا' (جیسے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے جب تم اس طرح کا واقعہ دیکھو تو اس سے خوف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو، نماز پڑھو اور صدقہ و خیرات کرو) البتہ ملا علی قاریؒ نے اس کے ایک اہم سبب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا' وانّ اللّٰہ اذا تجلی لشئی من خلقه خشع له فان ظاهره ان سبب الكسوف خشوعهما للّٰه تعالیٰ و لعل السر فی ذلک ان النور من عالم الجمال الحسی فاذا تجلت صفة الجلال انطمست الانوار لهيبته و عظمته و من ثم قال طاؤس لما نظر للشمس و هی كاسفة بكی حتی كاد ان يموت و قال هی اخوف للّٰه منا (جمع ج۲ص۱۵۰) (اور جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی چیز پر تجلی فرماتے ہیں تو وہ چیز فروتنی اور اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتی ہے تو یہاں بھی بظاہر سبب کسوف سورج اور چاند کی اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع فروتنی کا اظہار ہی ہے اور شاید کہ اس میں یہ خفیہ راز ہو کہ نور (روشنی) حسی اور ظاہری جمال کے عالم میں سے ہے اور جب اس پر ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت جلال کی تجلی کا پرتو پڑا تو اس کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے (سورج و چاند کے) انوار مٹ اور بجھ گئے اس لئے تو امام طاؤسؒ نے جب سورج گرہن دیکھا تو اتنا روئے کہ قریب تھا کہ مرجاتے اور پھر فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ سے ہم لوگوں سے بھی زیادہ ڈرنے والا ہے)

(۳۱۱/۴) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ السَّآئِبِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِبْنَةً لَهُ تَقْضِیْ فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَ هِیَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ صَاحَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَقَالَ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَتَبْكِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ اَلَسْتُ اَرَاکَ تَبْكِیْ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ اَبْكِیْ اِنَّمَا هِیَ رَحْمَةٌ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے ابو احمد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے عطاء بن سائب کے حوالہ

Marfat.com

سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عکرمہ سے نقل کی اور انہوں نے اسے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی ایک لڑکی قریب الوفات تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو گود میں اُٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ہی رکھے رکھے ان کی وفات ہوگئی۔ امّ ایمن (جو حضور اکرم ﷺ کی ایک باندی تھی) چلا کر رونے لگیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا اللہ کے نبی کے سامنے ہی چلا کر رونا شروع کر دیا۔ (چونکہ حضور اکرم ﷺ کے بھی آنسو ٹپک رہے تھے اس لئے) انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ بھی تو رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رونا ممنوع نہیں۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ بندوں کے قلوب کو نرم فرمائیں اور، اُن میں شفقت ورحمت کا مادہ عطا فرمائیں) پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے۔ حتی کہ خود اس کا نفس نکالا جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہ، کی حمد کرتا ہے۔

تقضی اور حضن کا معنی :

قال اخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابنۃ لہ...... تقضی بمعنٰی قضاء کے ہے، یہاں موت کا وقوع مراد ہے۔ القضاء مرجعہ الی انقطاع الشیء و تمامہ۔ (جمع ج۲ ص ۱۵۱) (قضا کا مآل اور انجام اس چیز کے ختم اور پورے ہونے پر ہوتا ہے)

فاحتضنھا ...... یہ حضن (بمعنی گود) سے ہے، وھو مادون الابط الی الکتف او الصدر والعضدان و ما بینھما۔ (مناوی ج۲ ص ۱۵۱) (اور وہ بغل کے نیچے کندھے تک یا سینہ اور دونوں بازوں اور ان کے درمیان کو کہتے ہیں)

قصہ بیٹی کا نہیں نواسی یا نواسے کا ہے :

یہ قصہ کس بیٹی کا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں، مگر راجح یہی ہے کہ یہ قصہ آپ ﷺ کی کسی نواسی یا نواسے کا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آپ ﷺ کے کسی صاحبزادے کا واقعہ ہو۔ وقال عالم المغرب ، لعل المذکور :

Marfat.com

ابنه ، فوقع تحریف فی الکلمة (اتحافات ص ۳۵۰) (مغرب کے بعض حضرات کا قول ہے کہ حدیث کا لفظ بجائے ابنة کے شاید ابنہ ہو تو گویا کلمہ میں تحریف (ردوبدل) واقع ہوئی ہے) قالوا اِن المراد ببنته هی أمامة بنت بنتہٖ زینب و کانت متزوجة لأبی العاص ابن الربیع (اتحافات ص ۳۵۰) (اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بیٹی سے مراد آپ ﷺ کی نواسی حضرت امامہ ہیں جو کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص ابن الربیع کی بیوی تھیں)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے اس احتمال کی پرزور مفصل تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ لکنه اشکل من حیث ان اهل العلم بالاخبار اتفقوا علی ان امامة عاشت بعد النبی صلی الله علیه وسلم حتی تزوجها علی بن ابی طالب (اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امامہ رضی اللہ عنہا تو حضور ﷺ کے بعد بھی بہت وقت تک زندہ رہی تا آنکہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح بھی کیا تھا) پھر بعد میں فرمایا' ویحتمل ان یکون المراد ابن بعض بناته و هو الظاهر ففی الاسباب المیلادی ان عبد الله بن عثمان من رقیة بنته صلی الله علیه وسلم مات فی حجره فبکی و قال انما یرحم الله من عباده الرحماء (جمع ج ۲ ص ۱۵۲) (اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا کوئی نواسہ ہو اور یہی ظاہر بھی ہے کیونکہ اسباب المیلادی میں ہے کہ حضور ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گود میں فوت ہوا تو آپ ﷺ اس وقت روئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے رحماء بندوں ہی پر رحم فرماتے ہیں)

الغرض واقعہ جس کا بھی ہو، مقصود آپ ﷺ کی رقت' نرم دلی' محبت اور شفقت کا بیان ہے۔ اولاد کے ساتھ محبت وشفقت نہ تو ولایت کے خلاف ہے، اور نہ نبوت کے، بلکہ عینِ فطرت، بلکہ عنداللہ ممدوح ومطلوب ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا :

وصاحت ام ایمنؓ...... حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی رونے لگی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اصلی نام برکۃ تھا۔ معرکۂ احد میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور

Marfat.com

مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمات کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئیں ۔حضرت ام ایمنؓ آپ ﷺ کے لئے والد کی طرف سے میراث میں آئی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں کھلایا پلایا تھا، پھر آپ ﷺ نے اُن کا نکاح بھی اپنے خادم خاص حضرت زیدؓ سے کیا، جس کے بطن سے اُسامہ پیدا ہوئے، اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بیس (۲۰) دن بعد فوت ہوئیں۔

صاحب اتحافات لکھتے ہیں کہ وامّ ایمن هی التی حضنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مولاته و هی التی تزوجها زید بن حارثة و ولدت له أسامة و ماتت بعد وفاة عمر بعشرين یوما ۔(اتحافات ص ۳۵۰) اتبکین عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... (کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس روتی ہے) عندی کے بجائے عند رسول اللہ کہا گیا۔ لانه ابلغ فی الزجر ۔(جمع ج ۲ ص ۱۵۱) (اس لئے کہ حدیث شریف کے گذشتہ الفاظ بنسبت لفظ عندی کے ڈانٹنے میں زیادہ بلیغ ہیں)

نوحہ شرعاً ممنوع ہے :

حضرت امّ ایمنؓ کا رونا ممنوع ومحظور تھا کہ اس میں نوحہ، صیاح، جزع اور عدم الرضاء بالقضاء کے آثار تھے۔ کیونکہ شریعت میں چلاّ چلاّ کر رونا اور میت پر جزع فزع کرنا منع ہے۔ پیٹنا، بال نوچنا، گریبان چاک کرنا، منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی کرنا، خاک اڑانا، رونے کی یہ تمام قسمیں شرعاً قطعاً ممنوع ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاهلية (بخاری ومسلم) (کہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے چہرے پر تھپڑ مارتا ہے اور گریبان پھاڑتا ہے اور دورِ جاہلیت کی باتیں کرتا ہے) جو خاتون نوحہ کرتی اور سنتی ہے، اللہ نے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علی النائحة و مستمعة ۔(ابوداؤد) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انا بریء ممن حلق و صلق و خرق ۔(بخاری ومسلم) میں اس شخص سے بری ہوں، جو سر منڈائے اور چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

قال لست ابکی انما هی رحمة ...... آپ ﷺ نے امّ ایمنؓ سے

Marfat.com

فرمایا کہ میرا رونا تیرے رونے کی طرح نہیں، یہ رونا نہیں شفقت ومحبت اور صبر ہے، حوصلہ ہے، یہ تو اللہ کی رحمت ہے۔ کما فی الصحیحین جعلھا اللہ فی قلوب عبادہ فانما یرحم اللہ من عبادہ (جمع ج۲ص۱۵۲) (جیسے کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے کہ اس رحمت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ہی بندوں ہر رحم فرماتے ہیں) علامہ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں، ویؤیدہ ماورد ان العین تلمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی الربّ وانا علی فراقک یا ابراھیم لمحزونون ۔ (جمع ص۱۵۲) (اور اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل بھی غمگین ہے لیکن کہیں گے وہی بات جو ربّ تعالیٰ کو پسند ہوگی اور بے شک تیری جدائی پر اے ابراھیم ہم مغموم ہیں)

(۳۱۲/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَ هُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِىْ اَوْ قَالَ وَ عَيْنَاهُ تُهْرَقَانِ۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ روایت سفیان نے عاصم بن عبیداللہ سے نقل کی۔

انہوں نے یہ روایت قاسم بن محمد سے نقل کی اور انہوں نے اسے اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کی پیشانی کو اُن کی وفات کے بعد بوسہ دیا۔ اُس وقت حضور اکرم ﷺ کے آنسو ٹپک رہے تھے۔

راویان حدیث (۵۹۱) عاصم بن عبیداللہ (۵۹۲) قاسم بن محمد اور (۵۹۳) عثمان بن مظعون کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کا بوسہ لیا :

ام المؤمنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ فوت ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے ان کا بوسہ لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے آنسوؤں کے رخسار پر گر رہے تھے۔ **فرأيت دموع النبى صلى الله عليه وسلم تسيل على خدّ عثمان۔** (جمع ج۲ص۱۵۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے چہرے سے چادر ہٹائی، دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور بہت روئے۔ **قبل بين عينيه ثم بكى طويلا** (جمع ج۲ص۱۵۳) پھر جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو ارشاد فرمادیا، اے عثمانؓ! تیرے لئے بشارت ہے کہ نہ تو تو نے دنیا پہنی اور نہ دنیا تجھے پہن سکی۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ **طوبیٰ لک یا عثمان لم تلبسک الدنیا ولم تلبسها۔** (جمع ج۲ص۱۵۳)

(۳۱۳/۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْعَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ وَ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ اَفِيْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَا قَالَ انْزِلْ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحٰق بن منصور نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر ابو عامر نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اسے فلیح بن سلیمان نے ہلال بن علی کے حوالے سے بیان کیا اور انھوں نے اسے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی صاحبزادی (اُمّ کلثوم) کی قبر پر تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے آنسو جاری تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ قبر میں وہ شخص اُترے، جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہوں۔ حضور ﷺ کے فرمانے سے وہ قبر میں اُترے

Marfat.com

راویان حدیث حدیث (۵۹۴) ابو عامرؒ اور (۵۹۵) ھلال بن علیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امّ کلثومؓ کا انتقال :

شهدنا ابنة لرسول الله صلى الله عليه و سلم ...... یہ متوفاۃ حضور اقدس ﷺ کی لختِ جگر حضرت امّ کلثومؓ تھیں، جو حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے حبالہ عقد میں آئیں تھیں۔

جالس على القبر اى على طرفه و اغرب شارح حيث قال و فى الحديث جواز الجلوس على القبر (جمع ج۲ص۱۵۴) (یعنی حضور ﷺ قبر کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے اور کسی شارح نے یہ تو عجیب بات کہی کہ حدیث میں قبر پر بیٹھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے)

لم یقارف کا معنیٰ :

لم یقارف اللیلۃ ...... جامع الاصول میں ہے، **لم یقارف ای لم یذنب ذنبا** (کہ آج کی رات کوئی گناہ نہ کیا ہو) محدث کبیر شیخ رشید احمد گنگوہیؒ بھی اسی معنیٰ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ملا علی قاریؒ دوسرا معنیٰ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، **ويجوز ان يراد الجماع فكنى عنه** ۔(جمع ج۲ص۱۵۴) (اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد جماع ہو پس حضور ﷺ نے اس سے کنایہ کیا ہو) **و أصلها الدنو واللصوق**۔ (اتحافات ص۳۵۲) (یقارف کا اصلی اور لغوی معنیٰ نزدیک ہونا اور چپکنا ہے) حضور اقدس ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ میری بیٹی کو وہ شخص قبر میں اُتارے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو اور اگر دوسرا معنیٰ مراد لیں ،تو معنیٰ ہوگا، جس نے آج رات گناہ نہ کیا ہو۔ اس کے جواب میں حضرت ابوطلحہؓ آگے بڑھے اور اپنی خدمات پیش کیں، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا...... **انزل' فنزل فی قبرھا** 'حضرت ابوطلحہؓ کو حکم فرمایا۔ چنانچہ والد اور شوہر کی موجودگی میں حضرت ابوطلحہؓ نے انہیں قبر میں رکھا۔

Marfat.com

ایک اشکال کا جواب :

یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ، حضرت امّ کلثوم کے ذی رحم محرم نہیں ہیں۔ محرم کے ہوتے ہوئے اس کو کیوں حکم دیا گیا، جواب میں شارحین کہتے ہیں کہ بیانِ مسئلہ غرض تھی...... وفیہ حل جواز دخول الاجنبی القبر باذن من ولی المیت۔ (اتحافات ص۲۵۲) (اور حدیث سے اجنبی شخص کا ولی میت کی اجازت سے قبر میں داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے) دوسرا یہ کہ اس میں ایک خاص مصلحت تھی۔ وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ نے اس رات اپنی ایک جاریہ سے جماع کیا تھا اور بیمار زوجہ سے بے اعتنائی برتی تھی، جس پر لطیف سی تنبیہ مقصود تھی۔ حکم ہوا کہ اُن کو ہاتھ بھی نہ لگانے دیا جائے، مگر یہ ایک وقتی رنجش تھی، جو جلد ختم ہوگئی۔ تاہم حضرت عثمانؓ کے لئے یہ شرعاً کوئی جرم نہ تھا اور اگر ضرورت ہو تو کچھ اشکال بھی نہیں اور اگر حضرت گنگوہیؒ کا ترجمہ لیں، پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ نے اللہ کی ذات پر توکل وبھروسہ اور اعتماد کر کے خود کو پیش کر دیا۔

ابوطلحہ کون تھے ؟

یہ ایک مشہور صحابی ہیں، جو کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، ان کا نام زید بن سہل انصاری خزرجی ہے، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں، شهد المشاهد و قال صلی الله علیه وسلم لصوت ابی طلحة خیر من مائة رجل و قتل یوم حنین عشرین رجلاً واخذ اسلابهم و فضائله کثیرة (جمع ج۲ص۱۵۴)

(آپؓ سب غزوات میں شریک رہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوطلحہؓ کی آواز تو بہتر اور بھاری ہے سو (۱۰۰) آدمیوں کی آواز سے بھی۔ غزوہ حنین میں آپؓ نے بیس (۲۰) آدمیوں کو قتل کر کے ان کے مال واسباب بھی اٹھائے اور اس کے فضائل ومناقب بہت ہیں) وهو عم انس و زوج امه و لیس فی الصحب احد یقال له ابوطلحة سواه ۔ (مواهب ص۲۳۶) (آپؓ حضرت انسؓ کے چچا اور ماں کے خاوند بھی تھے اور صحابہؓ میں آپؓ کے علاوہ اور کوئی ابوطلحہ نہیں ہے)

Marfat.com

الحاصل :

علامہ احمد عبدالجواد الدومیؒ آخر باب کا حاصل تحریر فرماتے ہیں کہ :

وفی الباب ستة احادیث و قد قرأنا ان دموع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کانت تسیل للرحمة الرحیمة ' والعاطفة الکریمة و قد أفاضت الأخبار الأخریٰ ببکاء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و هو فی صلاته أوحین یذکر احوال أمته ' و هکذا و لقد کان بکاء النبی صلی اللّٰه علیه و سلم من غیر صوت ' کما أن ضحکه کان کذالک ' واللّٰه اعلم ۔(اتحافات ص۳۵۲)(اس باب میں چھ احادیث تھیں اور ہم پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے آنسو مبارک رحمت وشفقت اور نرم دلی کی وجہ سے بہا کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے احادیث مشہورہ سے حضور ﷺ کا نماز میں رونا یا امت کے حالات کے تذکرہ کے وقت رونا یا اس جیسے دوسرے امور کے وقت رونا ثابت ہے البتہ آپ ﷺ کا رونا بغیر کسی آواز کے ہوتا تھا جیسے کہ آپ ﷺ کا ہنسنا بھی بغیر آواز کے ہوتا تھا)

==============================

Marfat.com

مکتوباتِ افغانیؒ

بنام !

شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

مرتب : مولانا عبدالقیوم حقانی

شمسُ الاولیاء حضرت العلامہ مولانا شمسُ الحق افغانیؒ کے مکتوباتِ قدسیہ کا وقیع مجموعہ' جن میں تصوف وسلوک' طریقت وراہِ معرفت' عبدیت وانابت' اہتمامِ سنت واطاعت' اصلاحِ ظاہر وباطن' شیخِ کامل سے استفادہ وافادہ' بے نفسی وفنائیت' اخلاصِ کامل وللّٰہیت، تفویض وتوکل، عشقِ رسولؐ ومحبت اور اکابر علماءِ دیوبند کے مسلک واعتدال کی اچھوتے انداز میں تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔

صفحات : 202 .... قیمت : -/90روپے

القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' ضلع نوشہرہ' سرحد' پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلۂ نسب، ابتدائی تعلیم، اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترامِ اساتذہ، شیخ الہندؒ سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہندؒ کا جانشین ☆ سیرت و کردار، اخلاص وللہیت، جود و سخا، بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس، درسِ حدیث سے عشق و انہماک، طلبہ پر شفقت و محبت، محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار و توکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار، خدمت خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت، نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت، اطاعت، اتباعِ سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوّف اور سلوک و معرفت میں عظمتِ مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت، ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع ۔

صفحات : 272 .... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی ، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ ومغفورہ

تحریر !

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز، روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان، جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 .... قیمت : 75روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اِسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندئ اخلاق و خصائل، محبت واطاعتِ رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِّ بدعات، دعوتِ سنت واتحادِ امّت، خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور، مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل واحکام، سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلّم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے تنوع، تفہیم وتسہیل، افادیت اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 .... ریگزین .... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ

Marfat.com

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

	نام کتاب	صفحات
۱	شرح شمائل ترمذی (۳ جلد مکمل)	۱۶۰۸
۲	جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر	۲۰۶
۳	روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں	۱۵۶
۴	ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَو افشانیاں	۲۱۰
۵	آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں	۲۰۲
۶	محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں	۱۹۷
۷	محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال	۱۸۷
۸	خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر	۱۶۶
۹	شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع	۱۵۳

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون وفیکس ! (0923)630237---630094

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

Marfat.com